

وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

قل جال الحق
الحمد لله الذي منيت انما هو
قاطع عناق طاصه سني
ورقق الباطل
١٩٤٨

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابتداءً من

إِنَّ الْبَاطِلَ

أَنْفِصًا

كَانَ زُهْرَةً

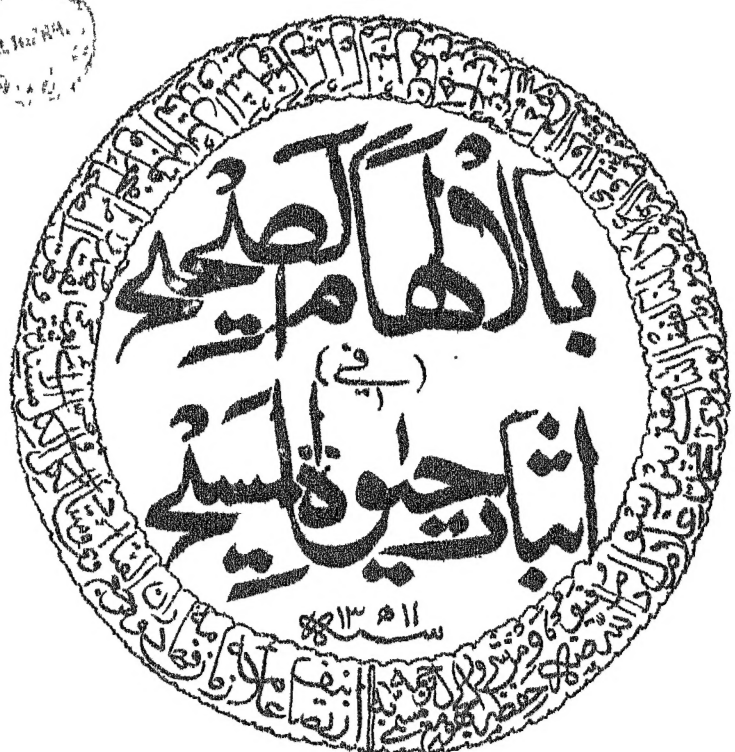
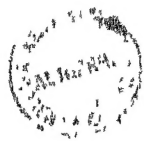
سورة البقرة

اخلاطہ مخفیہ ترجمہ والتنویز والتقریظ و تصدیق					
صفحہ	سطر	مخط	صحیح	صفحہ	سطر
۱۰۷	۹	سالم	سالم	۳۰	۸
۱۰۹	۱۶	قام ویا پر	لوگوں پر	۵۲	۳
۱۱۰	۲۰	حدیث	روایات	۵۵	۹
۱۱۱	۲۳	موجود ہی	موجود ہی	۱۰	۱۰
۱۱۲	۳	میں وعود کے	میں وعود ہونے کے	۶۵	۱
۱۱۳	۱۹	وادیہک امن	وادیہک امن	۶۹	۱
۱۱۴	۳۰	سیر	سیر	۷۰	۵
۱۱۵	۱۶	مستحق تائید	مستحق تائید	۷۱	۳
۱۱۶	۲۳	تعم	تعم	۷۲	۱
۱۱۷	۶	تنبیہ	تنبیہ	۷۸	۷
۱۱۸	۹	معلم	معلم	۸۰	۱۰
تصحیح اخلاطہ مخفیہ متن عربی					
۸۳	۲	لمائن	لمائن	۸۴	۸
۸۹	۳	لہذا	لہذا	۸۹	۳
۹۰	۱	لا یمنون	لا یمنون	۹۰	۱
۹۱	۱	عن	عن	۹۱	۱
۹۲	۶۰	احلہما	احلہما	۹۲	۶۰
۹۳	۹	ولہم یخزل	ولہم یخزل	۹۳	۹
۹۴	۲	لما	لما	۹۴	۲
۹۵	۴	الجنیۃ	الجنیۃ	۹۵	۴
۹۶	۵	واللحوق	واللحوق	۹۶	۵
۹۷	۷	ماعد	ماعد	۹۷	۷
۹۸	۷	مطلقة	مطلقة	۹۸	۷
۹۹	۷	والسلب	والسلب	۹۹	۷
۱۰۰	۷	والسلب	والسلب	۱۰۰	۷
۱۰۱	۷	والسلب	والسلب	۱۰۱	۷
۱۰۲	۷	والسلب	والسلب	۱۰۲	۷
۱۰۳	۷	والسلب	والسلب	۱۰۳	۷
۱۰۴	۷	والسلب	والسلب	۱۰۴	۷
۱۰۵	۷	والسلب	والسلب	۱۰۵	۷
۱۰۶	۷	والسلب	والسلب	۱۰۶	۷
۱۰۷	۷	والسلب	والسلب	۱۰۷	۷
۱۰۸	۷	والسلب	والسلب	۱۰۸	۷
۱۰۹	۷	والسلب	والسلب	۱۰۹	۷
۱۱۰	۷	والسلب	والسلب	۱۱۰	۷
۱۱۱	۷	والسلب	والسلب	۱۱۱	۷
۱۱۲	۷	والسلب	والسلب	۱۱۲	۷
۱۱۳	۷	والسلب	والسلب	۱۱۳	۷
۱۱۴	۷	والسلب	والسلب	۱۱۴	۷
۱۱۵	۷	والسلب	والسلب	۱۱۵	۷
۱۱۶	۷	والسلب	والسلب	۱۱۶	۷
۱۱۷	۷	والسلب	والسلب	۱۱۷	۷
۱۱۸	۷	والسلب	والسلب	۱۱۸	۷
۱۱۹	۷	والسلب	والسلب	۱۱۹	۷
۱۲۰	۷	والسلب	والسلب	۱۲۰	۷
۱۲۱	۷	والسلب	والسلب	۱۲۱	۷
۱۲۲	۷	والسلب	والسلب	۱۲۲	۷
۱۲۳	۷	والسلب	والسلب	۱۲۳	۷
۱۲۴	۷	والسلب	والسلب	۱۲۴	۷
۱۲۵	۷	والسلب	والسلب	۱۲۵	۷
۱۲۶	۷	والسلب	والسلب	۱۲۶	۷
۱۲۷	۷	والسلب	والسلب	۱۲۷	۷
۱۲۸	۷	والسلب	والسلب	۱۲۸	۷
۱۲۹	۷	والسلب	والسلب	۱۲۹	۷
۱۳۰	۷	والسلب	والسلب	۱۳۰	۷
۱۳۱	۷	والسلب	والسلب	۱۳۱	۷
۱۳۲	۷	والسلب	والسلب	۱۳۲	۷
۱۳۳	۷	والسلب	والسلب	۱۳۳	۷
۱۳۴	۷	والسلب	والسلب	۱۳۴	۷
۱۳۵	۷	والسلب	والسلب	۱۳۵	۷
۱۳۶	۷	والسلب	والسلب	۱۳۶	۷
۱۳۷	۷	والسلب	والسلب	۱۳۷	۷
۱۳۸	۷	والسلب	والسلب	۱۳۸	۷
۱۳۹	۷	والسلب	والسلب	۱۳۹	۷
۱۴۰	۷	والسلب	والسلب	۱۴۰	۷
۱۴۱	۷	والسلب	والسلب	۱۴۱	۷
۱۴۲	۷	والسلب	والسلب	۱۴۲	۷
۱۴۳	۷	والسلب	والسلب	۱۴۳	۷
۱۴۴	۷	والسلب	والسلب	۱۴۴	۷
۱۴۵	۷	والسلب	والسلب	۱۴۵	۷
۱۴۶	۷	والسلب	والسلب	۱۴۶	۷
۱۴۷	۷	والسلب	والسلب	۱۴۷	۷
۱۴۸	۷	والسلب	والسلب	۱۴۸	۷
۱۴۹	۷	والسلب	والسلب	۱۴۹	۷
۱۵۰	۷	والسلب	والسلب	۱۵۰	۷
۱۵۱	۷	والسلب	والسلب	۱۵۱	۷
۱۵۲	۷	والسلب	والسلب	۱۵۲	۷
۱۵۳	۷	والسلب	والسلب	۱۵۳	۷
۱۵۴	۷	والسلب	والسلب	۱۵۴	۷
۱۵۵	۷	والسلب	والسلب	۱۵۵	۷
۱۵۶	۷	والسلب	والسلب	۱۵۶	۷
۱۵۷	۷	والسلب	والسلب	۱۵۷	۷
۱۵۸	۷	والسلب	والسلب	۱۵۸	۷
۱۵۹	۷	والسلب	والسلب	۱۵۹	۷
۱۶۰	۷	والسلب	والسلب	۱۶۰	۷
۱۶۱	۷	والسلب	والسلب	۱۶۱	۷
۱۶۲	۷	والسلب	والسلب	۱۶۲	۷
۱۶۳	۷	والسلب	والسلب	۱۶۳	۷
۱۶۴	۷	والسلب	والسلب	۱۶۴	۷
۱۶۵	۷	والسلب	والسلب	۱۶۵	۷
۱۶۶	۷	والسلب	والسلب	۱۶۶	۷
۱۶۷	۷	والسلب	والسلب	۱۶۷	۷
۱۶۸	۷	والسلب	والسلب	۱۶۸	۷
۱۶۹	۷	والسلب	والسلب	۱۶۹	۷
۱۷۰	۷	والسلب	والسلب	۱۷۰	۷
۱۷۱	۷	والسلب	والسلب	۱۷۱	۷
۱۷۲	۷	والسلب	والسلب	۱۷۲	۷
۱۷۳	۷	والسلب	والسلب	۱۷۳	۷
۱۷۴	۷	والسلب	والسلب	۱۷۴	۷
۱۷۵	۷	والسلب	والسلب	۱۷۵	۷
۱۷۶	۷	والسلب	والسلب	۱۷۶	۷
۱۷۷	۷	والسلب	والسلب	۱۷۷	۷
۱۷۸	۷	والسلب	والسلب	۱۷۸	۷
۱۷۹	۷	والسلب	والسلب	۱۷۹	۷
۱۸۰	۷	والسلب	والسلب	۱۸۰	۷
۱۸۱	۷	والسلب	والسلب	۱۸۱	۷
۱۸۲	۷	والسلب	والسلب	۱۸۲	۷
۱۸۳	۷	والسلب	والسلب	۱۸۳	۷
۱۸۴	۷	والسلب	والسلب	۱۸۴	۷
۱۸۵	۷	والسلب	والسلب	۱۸۵	۷
۱۸۶	۷	والسلب	والسلب	۱۸۶	۷
۱۸۷	۷	والسلب	والسلب	۱۸۷	۷
۱۸۸	۷	والسلب	والسلب	۱۸۸	۷
۱۸۹	۷	والسلب	والسلب	۱۸۹	۷
۱۹۰	۷	والسلب	والسلب	۱۹۰	۷
۱۹۱	۷	والسلب	والسلب	۱۹۱	۷
۱۹۲	۷	والسلب	والسلب	۱۹۲	۷
۱۹۳	۷	والسلب	والسلب	۱۹۳	۷
۱۹۴	۷	والسلب	والسلب	۱۹۴	۷
۱۹۵	۷	والسلب	والسلب	۱۹۵	۷
۱۹۶	۷	والسلب	والسلب	۱۹۶	۷
۱۹۷	۷	والسلب	والسلب	۱۹۷	۷
۱۹۸	۷	والسلب	والسلب	۱۹۸	۷
۱۹۹	۷	والسلب	والسلب	۱۹۹	۷
۲۰۰	۷	والسلب	والسلب	۲۰۰	۷

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط
۱	۵۸	۱۳	۵۸	۱۳	۱۳	۱	۵۸	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۲	۵۹	۱	۵۹	۱	۱	۲	۵۹	۱	۲	۵۹	۱
۳	۶۳	۴	۶۳	۴	۴	۳	۶۳	۴	۳	۶۳	۴
۴	۶۴	۸	۶۴	۸	۸	۴	۶۴	۸	۴	۶۴	۸
۵	۶۵	۱۱	۶۵	۱۱	۱۱	۵	۶۵	۱۱	۵	۶۵	۱۱
۶	۶۶	۲	۶۶	۲	۲	۶	۶۶	۲	۶	۶۶	۲
۷	۶۷	۴	۶۷	۴	۴	۷	۶۷	۴	۷	۶۷	۴
۸	۶۸	۲	۶۸	۲	۲	۸	۶۸	۲	۸	۶۸	۲
۹	۶۹	۲	۶۹	۲	۲	۹	۶۹	۲	۹	۶۹	۲
۱۰	۷۰	۲	۷۰	۲	۲	۱۰	۷۰	۲	۱۰	۷۰	۲
۱۱	۷۱	۲	۷۱	۲	۲	۱۱	۷۱	۲	۱۱	۷۱	۲
۱۲	۷۲	۲	۷۲	۲	۲	۱۲	۷۲	۲	۱۲	۷۲	۲
۱۳	۷۳	۲	۷۳	۲	۲	۱۳	۷۳	۲	۱۳	۷۳	۲
۱۴	۷۴	۲	۷۴	۲	۲	۱۴	۷۴	۲	۱۴	۷۴	۲
۱۵	۷۵	۲	۷۵	۲	۲	۱۵	۷۵	۲	۱۵	۷۵	۲
۱۶	۷۶	۲	۷۶	۲	۲	۱۶	۷۶	۲	۱۶	۷۶	۲
۱۷	۷۷	۲	۷۷	۲	۲	۱۷	۷۷	۲	۱۷	۷۷	۲
۱۸	۷۸	۲	۷۸	۲	۲	۱۸	۷۸	۲	۱۸	۷۸	۲
۱۹	۷۹	۲	۷۹	۲	۲	۱۹	۷۹	۲	۱۹	۷۹	۲
۲۰	۸۰	۲	۸۰	۲	۲	۲۰	۸۰	۲	۲۰	۸۰	۲
۲۱	۸۱	۲	۸۱	۲	۲	۲۱	۸۱	۲	۲۱	۸۱	۲
۲۲	۸۲	۲	۸۲	۲	۲	۲۲	۸۲	۲	۲۲	۸۲	۲
۲۳	۸۳	۲	۸۳	۲	۲	۲۳	۸۳	۲	۲۳	۸۳	۲
۲۴	۸۴	۲	۸۴	۲	۲	۲۴	۸۴	۲	۲۴	۸۴	۲
۲۵	۸۵	۲	۸۵	۲	۲	۲۵	۸۵	۲	۲۵	۸۵	۲
۲۶	۸۶	۲	۸۶	۲	۲	۲۶	۸۶	۲	۲۶	۸۶	۲
۲۷	۸۷	۲	۸۷	۲	۲	۲۷	۸۷	۲	۲۷	۸۷	۲
۲۸	۸۸	۲	۸۸	۲	۲	۲۸	۸۸	۲	۲۸	۸۸	۲
۲۹	۸۹	۲	۸۹	۲	۲	۲۹	۸۹	۲	۲۹	۸۹	۲
۳۰	۹۰	۲	۹۰	۲	۲	۳۰	۹۰	۲	۳۰	۹۰	۲
۳۱	۹۱	۲	۹۱	۲	۲	۳۱	۹۱	۲	۳۱	۹۱	۲
۳۲	۹۲	۲	۹۲	۲	۲	۳۲	۹۲	۲	۳۲	۹۲	۲
۳۳	۹۳	۲	۹۳	۲	۲	۳۳	۹۳	۲	۳۳	۹۳	۲
۳۴	۹۴	۲	۹۴	۲	۲	۳۴	۹۴	۲	۳۴	۹۴	۲
۳۵	۹۵	۲	۹۵	۲	۲	۳۵	۹۵	۲	۳۵	۹۵	۲
۳۶	۹۶	۲	۹۶	۲	۲	۳۶	۹۶	۲	۳۶	۹۶	۲
۳۷	۹۷	۲	۹۷	۲	۲	۳۷	۹۷	۲	۳۷	۹۷	۲
۳۸	۹۸	۲	۹۸	۲	۲	۳۸	۹۸	۲	۳۸	۹۸	۲
۳۹	۹۹	۲	۹۹	۲	۲	۳۹	۹۹	۲	۳۹	۹۹	۲
۴۰	۱۰۰	۲	۱۰۰	۲	۲	۴۰	۱۰۰	۲	۴۰	۱۰۰	۲

وَالْعَالِيَةِ فَارْقَنَ هُمَا

اَسْمُوهُمَا زَيْنُ الْاَيَمِّ مَيِّتْ اِسْمُ كِتَابِ الْبَوَاتِ طَعِ اعْتَاقَ حَمْدِهِ
 قُلْ جَاءَ الْحَقُّ مَسْكُونٌ وَرَهَقُ الْبَاطِلِ



اِنَّ الْبَاطِلَ اَقْتَابَصَاوَتٌ كَانَ رَهْوَقًا

از مولوی ابوالحسن پیر غلام مصطفی مصنف انوار محمدیہ

مَطْبَعُ رِزَا بَالْمَلِكِ طَبْعُ كُنْ

قیمت و خاندان پلاٹ نمبر ۱۲

والاولیاء من الاقطاب والاقواد الذی تخضع دون سلاطات دولته القیاسیة
والاکاسرة وكل منضم فجنابه تاد وانقاد ومن تکریر واعرض عنه وفاد وعز استماع
مواعظه اضفاد فقد باده الله فباد وکاد ان یکاد دار البوار یوم التاد وعلى الله
وصحبه الذین هم من خزانة اسرار الدین المتین ویا تباعهم ساد من ساد ویشق اقم
وخلانهم زاع عن الصراط السقیم من زاع ووقع في الاحاد وفسد قلبه اشد الفساد
کھساد طعام داد وبعد فیقول المرجی للترقی اوج القبول محمد غلام رسول
الحنفی المجدی النوری القاسمی حفظه الله عز شری کل لایم غبی مخفی انہ لکثر الصلا

اور ایام کے اقطاب۔ اقواد میں سے وہ نبی کہ جنگی سلطنت کی پردوں کے نیچے شہنشاہ عاجزی کرتے ہیں۔
ہر ایک نے انہیں تو انکی جناب میں ہی کی۔ جسے انہوں نے پھیرا اور شکہ نہ ناز کیا۔ جو انکی نصائح کے سننے سے
پھیرا۔ بلائیں اسکو اللہ نے ہلاک کر ڈالا۔ پس ہلاک ہوا۔ قریب ہے کہ جنہم میں قیامت کے دن گر گیا۔ درود و سلام
ہو جو آپکی قوم اور یاد دہیہ جو حکم دین کے اسرار کے خزانے ہیں۔ انھی کی تابعداری سوسر فاروں نے سرداری
پائی۔ انکے خلاف کرنے سے جو کچھ راہ مستقیم سے پہرا انھی کے خلاف سے ہے۔ ہمیں سبب الحاد میں تھا
ہوا۔ کرم خود وہ طعام کی طرح اسکا دل فاسد ہوا۔ بعد حمد و صلوة کے فرماتے ہیں جو امیدوار ہیں قبولیت
کی بلندی پر چڑھنے کے جبکا نام نامی محمد غلام رسول ہے۔ پیہا حنفی طریقہ نقشبندی مجیدی
نوری عرفاً اور نبیاً قاسمی ہیں۔ سچا و سے انکو پاک پروردگار ہر نیم کند فہم کی عقل اور ہیکہ ہوئے کے شر سے
کہ جبکہ گمراہی۔

۱۔ حضرت مصنف دہلوی شرب نقشبندی مجددی نوری رکھتے ہیں مجدد سے حضرت امام ربانی حضرت
شیخ احمد غاروقی سرہندی جو مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ملا وہیں نوری سے حضرت عارف مشہور
فی الافاق مرحوم ہیں محمد حضرت خواجہ نور محمد غاروقی المعروف بحضرت بابا جی تیرازی مولانا چراہی رضا مقصدی
قدس سرسرا واصل الینا برہما۔ ۲۔ قاسمی عرفاً یہ حضرت حضرت مصنف عفی عنہ کے جلد و عالیہ سوا یکا طرف
کمال ہیں جبکا نام نامی حضرت قاسم بن عارف بامد الخلیل حضرت بابا اسماعیل الہیائی رحمۃ اللہ علیہما جو اور انہیں کے
حق میں میر سید رشاد آبادی نے اپنی تاریخ میں لکھا جو تیز زوہستہ شیخ اسماعیل مردان زارہ رست دلیل اور اجرت
علیہ رحمۃ اللہ کا ادبی کائنات ساد حضرت سکر حضرت سید الدین رحمۃ اللہ علیہما اور تاریخ مذکور میں نسبت لکھی کہ ہے۔
۳۔ عارف وقت بود و مرد علی + سعد یا یانی احمد کالی +

M.A. LIBRARY, A.M.U.



ARI6778

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي هدانا لهذا ما كنا له على حق ولا نزال فيه وهدانا لهذا ما كنا له على حق ولا نزال فيه
 الحق اشتد والد واشاد بذكر من جاد بالوصول الى لدقائق الفرائض وفي رضاه جاد
 من خاض في آياته خوض من لم ينب اليه فهو من اناب اليه صاد وعز سبيله صا
 وفي بواد الخيرات كالحجرا السجدي حاد وديد عن خطية قداسة اشد الذباد ومن
 تقلى بسواده عن سواد عبادة الصالحين فهو احري بان يسود وجهه بالسواد لان
 يسود اوساد ومن عاد لعصيان من اي عاد كان كما اعتاد عاد فقد عاد العصى
 معاد والصلوة والسلام لا تقان الا كما كان على حبيبه وصفيه محمد سيد الانبياء
 سبط رفيع ثابت هس خاص پروردگار کو جس نے راستہ دکھلایا اوسکو کہ جس نے اوسکی راہ نمائی کی جائے جان
 کیا اور وہ راہ نمائی کی اوسنے حقان کو سمجھنے کی طرف اس شخص کو جو حق کی تحقیق میں مضبوط اور قوی ہو اور وہ
 قرآنیہ میں کامل الوصول اور اوسکی رضامندی میں جان نثار کرنے والی کامرتبہ بلند کیا۔ جس نے اوسکی آیت
 میں خوض کیا مانند اٹھنے خوض کے کہ جنھوں نے خدا کی طرف رجوع نہیں کیا پس وہ شخص ان لوگوں میں
 کہ جنھوں نے خدا کی جانب رجوع کیا ہے اس کسرت اور متکبر ہے۔ خدا کی راہ سے مانع ہے۔ ہجرت۔ مگر ہی کر
 سید انوں میں جتنی کہ ہم کی طرح دور پڑا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی پاک بگاہ سے مردود ہوا جس شخص نے اپنے کو
 خدا کو نیک بندو کی جم غفیر سے الگ کیا وہ رو سیاہی کا مستحق ہے۔ براری کو قابل نہیں جو شخص گناہوں پر غور نہ کرے۔ گو
 کسی قوم سے ہو جو یہ کہہ کر ہوتا تھا قوم عذاب میں بلاشبہ بری انجام کی طرف لوٹا۔ اکمل اتم درود و سلام ہو جو خداوند تعالیٰ کے
 برگزیدہ۔ پیادے پر۔ جکا اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو سردار ہیں انبیاء

۷۹۷۶

۱۳۹۷

۱۶۷۷۸

فہم لا یخیزون بین القشرو بین اللباب ولا بین الدروبین التراب ولا یفرقون
 بین الشہال والیمین ولا بین الشیخ والخبز فیصم حائرون فی اودیۃ الظلم وضلا
 سبین الا یعلمون ان لعنة الله علی الظالمین ولما بلغ الامالی ما رأیت وانتهی الفساق
 الی ما تلوت ودریت التمس منی بعض الاحباب وخلص الاحباب ان اظہر فساد
 تھا کل الکادیانی علی دعویٰ من صوت عیسیٰ علی اللہ وعلیٰ نبینا وعلیہ حین نعر
 اللہ الیہ واثبت حیوۃ بالآیات القرآنیۃ وکتفیہا من غیر تعرض لذكر الاحادیث
 النبویۃ علی صاحبہا الفالف تحجیلان الکادیانی واتباعہ لا یعتقدونہا ولا
 یدینون بہا ومن غریب تعرض لساثر عقائدہم الفاسدۃ الکاسدۃ والمزخرفات
 الوہشیۃ لعدم اشتہارہا کاشتہار المسئلۃ الاولیٰ ولعدم الفراغ لکثرة الاستغناء
 بمطالعۃ الکتب السالفتہ المتداولۃ والاقتناء لستفتیین وتعلیم الطلبۃ ولتفتقر

پوست۔ مغز موتی۔ مٹی میں امتیاز نہیں کرتے۔ شیخ۔ جین۔ و آہنی باہنی میں فرق نہیں کر سکتے۔
 ظلم۔ ظاہر گمراہی کے میدانوں میں وہ حیران ہیں کیا نہیں جانتے ہیں کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔
 جبکہ اس دیر پر فساد پہنچا تو ہم سے بعض محبوبوں۔ دوستوں نے التماس کی کہ ہم کادیانی کی دلائل
 کا۔ جو اس نے اپنے دعوے (کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور صرف انکی روح مرفوع ہوئی ہے) پر پیش
 کرتے ہیں۔ فاسد ہونا ظاہر کریں۔ ہم انکی حیات آیات فرقانیہ کے ساتھ ہی استدلال کر کے ثابت
 کریں۔ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے ثابت کرنے کے لئے نقل نہ کریں گے۔ اس لئے کہ
 دراصل کادیانی اور اسکے متبعین حدیث کو مانتے نہیں ہیں۔ بغیر اسکے کہ ہم بجز اس عقیدہ کے اسکے
 اور عقائد فاسدہ اور لمعات و اہمہ کی جانب التفاف کریں۔ کیوں کہ وہ عقائد اس قدر مشہور نہیں ہوئے
 جیسا کہ پہلا مسئلہ شہرت پایا گیا ہے۔ چونکہ ہم کو سبب اسکا کہ ہم کو کتب متداولہ قدیمہ مطالعہ۔ اقتناء تعلیم
 کا بہت شغل ہے فراغت نہیں ہے۔

۱۔ کیونکہ اگر احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذکر فرماتے تو زیادہ ہی طول ہو جاتا اس واسطے صرف قرآن
 کی آیات کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت فرمایا ۱۲ مترجم ۱۵ واضح رہے کہ دراصل ایسے مسائل کو بانی
 اور مجدد سرسید صاحب ہیں مگر کادیانی صاحب نے انہیں کو کچھ تبدیل و تغیر دیکر ظاہر کیا اور اپنی ہی اختراع ۲
 جتنا اگر انکی فہرت سے حصہ لیا ان انیس کا دعویٰ ہی اس پر زیادہ کیا ۱۲ مترجم

والطغیان والبعی والعدوان فی هذا الزمان من اجل الذی خرج من قادیان ادعی
انہ المسیح الموعود بہ الا فی اخر الزمان وانہ مات نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علی نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ما دام الملون وتعاقب القمان وانہ لم یرفع بجسده
الخنزیر۔ فلا یبذل الی الغبراء واظهر عقائد الزنادقہ ومکائد الملاحدۃ کل
مطالبہ ومطالب من یحذوہ حذو النعل بالنعل بالنعول الافساد فی البلاد وحل ما رہی
افشاء التزندق والشاعتہ العقائد الخبیثۃ الکفریۃ بیز العباد واذا عتہ الارنداد
یدعوز الضمیم المہتدین والحال انہم عن الصراط لناکبون وانہم الذین امنوا ثم
کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقیہون فان ماتوا علی ذلک فہم فی جہنم خالدون
تلف وجوہہم النار وهم فیہا کالحون ویقال لہم المکن ایا تلت علیکم فکتو بہا
تکذبون یخنعون بالسلف الصالحین خنعا ویحسبون انہم یحسنون صنعا ونحن
بین اظہر قوم لیسبون العلماء ویبغضون الفضلاء صناعتہم السب الشتم والطغیان
وفی تفضیل الامیرین الناہین اطالۃ اللسان لیسر لہم من لعن لہم ولا یالیدی

حق سے تجاوز کر دین کشتی ظلم اس زمانہ میں اسباب اسکے جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے زیادہ ہوا۔ اسنے
دعویٰ کیا کہ جس مسیح کی آمد کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہوں۔ دعویٰ کیا اسنے کہ مسیح علیہ
السلام علی نبینا وعلیہ السلام مرچکے ہیں۔ نہ وہ مجسدم آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔ اسنے وہ زمین پر بھی
نہیں تیرے۔ اسنے بڑے عقائد نظر کر کے نہیں ہر ایک۔ ان لوگوں کے جو اسکے مطابق ہیں مانند مطابقت نعل کے
نعل کے ساتھ مقصود مگر آباؤ یونین گار۔ فساد والنا۔ تزندق پہلانا۔ پلید کفر عقائد کا درمیان ہر گاہ خفا شائع کرنا کٹا
اعلیٰ مطالب ہیں۔ بڑا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یاب ہیں لاکہ وہ سید ہی اس پر گشتہ ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لایا
انہو نے کہ کفر کیا انھونے پس خداوند تعالیٰ نے انکے دلون پر کھردی ہو جس کو سمجھ نہیں ہیں اس عقیدہ پر اگر وہ مر گئے تو وہ
جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ انکو سو نہو نہو لوگ جلاوگی ہمیں تریش رو رہیں گے کہا جائیگا اسنے کیا تم پر نہیں پڑی گئیں تہیں جاری
آئیں پس تم کو جہنم لاتے۔ یہ گمانی کرتے اور سخت بدگمانی سلف صالحین کی نسبت کرتے ہیں ہر گمان کرتے ہیں کہ
ہم یہ کام اچھا کرتے ہیں۔ ہم ایسی قوم کے دربان ہیں علی اور بعض فضلاء جو ہمیشہ سب شتم طغیان کا حرفہ ہے۔
ان لوگوں کو حقیقت کی کامیابی سے منع کرتے ہیں فیضیت کہ سیکر زبان رازی کرنا کا کام ہے۔ نہ تو انکو عقل پر حصہ نہیں کی سمجھ ہے۔

بقولہ تعالیٰ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُلْتُ انْقَلَبْتُ
عَلَيْهِ أَفَعَالَكُم تَقْزِرُ اسْتَغْلَاظُهُ وَقَدْ يَنْدُبُهُ إِنْ خَلَّتْ بِمَعْنَى مَاتَ وَالرُّسُلُ جَمْعُ مَعْرِفٍ
بَلَامَا لَا اسْتِغْرَاقَ فَلَا فَرْعَ عَلَيْهِ أَفَإِنْ مَاتَ لَمْ يَدْخُلْ لَمْ يَكُنِ الْخَلْقُ بِمَعْنَى الْمَوْتِ وَلَمْ
تَكُنِ الرُّسُلُ جَمْعًا اسْتِغْرَاقًا لِصَحِيحِ التَّفْرِيعِ إِذْ صَحِيحَتُهُ مَوْقُوفَةٌ عَلَى أَنْدَاجِ نَبِيَّتِنَا
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَفْظِ الرُّسُلِ الْمَذْكُورِ قَطْعًا وَذَلِكَ بِالِاسْتِغْرَاقِ وَكَذَا صَحِيحَتُهُ
مَوْقُوفَةٌ عَلَى كَوْنِ الْخَلْقِ بِمَعْنَى الْمَوْتِ إِذْ عَلَى تَقْدِيرِ التَّخَاوُفِ وَعُمُومِ الْخَلْقِ مِنَ الْمَوْتِ يَلِيزُ
تَفْرِيعُ الْأَخْصِ عَلَى الْأَعْمِ مَعَ أَنَّ التَّفْرِيعَ يَتَعَقَّبُ اسْتِزَامَ مَا يُتَفَرَّعُ عَلَيْهِ لِلتَّفَرُّعِ وَمِنْ
الْمَعْلُومِ عَدَمُ اسْتِزَامِ الْأَعْمِ لِلْأَخْصِ فَالتَّفْرِيعُ الْوَاقِعُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَيْسَتْ دَعَى تَحَقُّقِ
كَلَامٍ مِنْ مَنْ كَوْنِ الْخَلْقِ بِمَعْنَى الْمَوْتِ وَمِنْ كَوْنِ الْجَمْعِ مُسْتِغْرَقًا وَبَعْدَ كَلَامِ الْفَقْهَانِ

نہیں ہیں حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اس کے فرستادہ بلاشبہ آپ کے پیچھے گزر رہے ہیں کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یا مارے جائیں تو تم دین اسلام پر پھر جاؤ گے۔ کادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح یوں ہے کہ تحقیق خلقت کا منکر نہ ہو
الرسول کا لفظ الف لام متفرق کر ساتھ معرفت اس واسطے اس پر اقرآن مآت متفرع ہوا کیونکہ اگر خالق کا یہ
موت نہ لیا جاوے یا الہی جمع مستغرق ہو تو اِنْ مَاتَ مَاتَ اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا وجہ یہ ہے کہ اگر
تفریع کی صحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الرسل میں دخل ہونے پر موقوف ہے۔ اس میں شبہ نہیں اور
ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ الرسل میں دخل ہونا تب ہی درست ہوگا جبکہ الرسل کا الف لام مستغرق ہوگا۔
ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلق بمعنی موت ہو۔ اس لئے کہ اگر موت اور خلوق کے درمیان غیرت
سمجھیں۔ خلق کو موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آوے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیا معلوم نہیں کہ
تفریع تب ہی درست ہوتی ہے کہ جب متفرع علیہ کو متفرع لازم ہو لا غیر۔ پر ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے
پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الہی میں واقع ہے اسکے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک خلق
بمعنی موت ہو۔ دوم الرسل کا جمع مستغرق ہونا۔ ان ہر دو مقدمہ متین میں سے ایک کو شکل اول کا
صغریٰ ہے۔ دوسرے کو کیا بنا بیگ شکل یہ ہے کہ

۱۔ جہاں کہیں حضرت مصنف علامہ رحمہ اللہ نے تہذیب کا ذکر کادیانی کے استدلال میں فرمایا ہے اس کو اسکی
طرف اشارت ہے کہ کادیانی کو کوئی دلیل پیش کر نکلا دے گا نہیں آیا ہے مگر اس کے بدلے اسکی دلیل کو سواریں گے ۱۲ ص ۱۱

الطبیعة عن التوجه الى امثال هذه الخرافات ولكن صفها الالتفات عن
اشباه هذه الخرافات التي هي كفریات صرفة وارتدادات محضہ اعادنا لله
تعالی واعاد سائر المسلمين من شؤر هذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلان
الله علیہ فاعتذرت منهم تارة بانصراف الیال اکثرة الاستغال وقارة بالتفرغ
عن صرف الاوقات في الالتفات الى الزور الصريح من هذا المقال فقد مت رجلاً
واخرت اخرى ومع ذلك لم يتركوا الى عذراً وحكوا به على جبراً فاجبت مستوام
حسب ما التمسوا وانجحت ممولهم على ما اقتروا فاكذبت هذه الوریقة المختصرة
وسميتها بالالهام الصريح في اثبات جیوة المسيح وذكرت فيها دلائل الكاديات من
ومنفحة اولاً ثم اذعنهما ثانياً فوضعت الحق الصريح وبطل ما كان يجعل الكائد والمكيد
فكذبوا ونكسوا على رؤسهم هم الغاؤون وجنود ابليس اجمعون فما انما اشتم في المقصود
منه كما يجعل الله الودود وافول ان الكائد استدلل على موت عیسی علیه السلام

نیز ہماری طبیعت کا دینی و امثالہ کے خرافات کی جانب توجہ کرنے سے متفرغ۔ ایسے جھوٹ کلمات کی
طرف (جو کفریات اور ارتدادات صرف ہیں) ملتفت ہونے کو مکروہ سمجھتی ہے بلکہ اور باقی مسلمانوں کو
سرکش و طائفہ کے شر سے خداوند تعالیٰ اپنی پناہ رکھے۔ اس واسطے ہم نے مطمئین سے عذر بیان کئے اولاً
کہ ہم بہت اشغال میں مصروف ہیں ثانیاً کہ ہم ایسے کلمات کی طرف جو صریح جھوٹ ہیں التفات نہیں کرتے
ہیں۔ پس ہم ایک یا دو کھو گئے کو بڑھاتے۔ دوسرے کچھ پہچانے بغیر جو اسکے مطمئین کوئی عذر سمجھ نہیں کیا۔
انہوں نے کہا حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے پر مجبور کیا۔ لہذا ہم نے انکے سوال کو قبول کیا جس طرح یہ کہا ہونے
التماس کیا تھا۔ ہم نے انکی امید براری کی جس طریق پر انھوں نے چاہا تھا۔ یہ چند ورقہ مختصر طور پر ہم نے لکھے۔ اس
تسا کا نام الالهام الصریح و اثبات جیوة المسيح رکھا۔ اول ہم کا دینی کے دلائل کی حنفی الوسع صلاح
اور تہذیبیہ اچھی تنقیح کی بعد ازاں اسکے دلائل کی تردید۔ تکذیب عمدہ طور پر لکھی۔ پس صریح طور پر حق و ضمیر ہوا
مسکروں۔ فریسیہ و دو کام باطل ٹھوڑا لہذا وہ لوگ اور انکی گروہ جو کچھ وہ سنیوں کا لشکر ہیں تم سرنگون ہوئے۔
خبردار ہو کہ ہم پروردگار کی ہر بانی پر بھروسہ کر کے مسلک شیوع کرتے ہیں۔ کھتی ہیں کہ کا دینی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی وفات پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

لے عرب کا حارہ ہو کہ جب کلمہ کا کارنا کہی چاہتے ہیں اور کہی نہیں چاہتے تو یہ جملہ کہتے ہیں۔ اصل ترجمہ

کہا فسّر ارباب اللغة والطائفة الکلام بالنقل من کتب اللغة لا یلیق بهذا المختصر
ولیسر الاستغناء مطاعتها ولم یفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالمعنی
ان حقیقته اللغویة انما هی المصی لا غیر کہین لا وفی تائید واسناد الخلو الی
الحنا فقین فی قوله عز وجل واذا خلوا الشیاطینهم فی قوله تعالیٰ واذا خلوا فیهم
المعنی وعدم الرادة موقفہم بهذا اللفظ ظاهر واستدل الخلو بالسنن وقیل وحکم
من قیل کہ سنن والی الا یام کما فی سورة الحاقة فی قوله عز وجل کلوا واشربوا هیتا
بما اسلفتم فی الايام الخالیت ولا یقتضون ان یخرجوا السنن والا یام وقیل ان معنیها
وهذا ظاهر لا یخفی علی احد ففسر الخلو بالوقت لغریب لہذا لا یصح ولا یستوفی ان الوقت

دفع منہ والخلو

چنانچہ کتب لغات میں مذکور ہی تفسیر موجود ہے ہم انکی نقلیں اس واسطے پیش کرتے کہ وہ
باعث طول ہے اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم ہے کچھ تھوڑا بھی مفسر ہو وہ بھی کتب لغات
کا ملاحظہ کرتا ہے۔ لیکن یہ تو ضرور کہیں کہ نہ کہ اس نے کسی اہل لغت سے نہ ہی کچھ پڑھا
پس اس سے معلوم ہو گیا ہے کہ اصل اوستی معنی خلوا کا ہے کہ نہ کسی اور کچھ نہیں ہے اور ایسا کہ
نہر حال اگر یہ مرقم ہے اس سے کہ قرآن شریف میں خلوا کو منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت
کی گئی ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جب منافقین اپنے شایاں میں سے پاس کرتے اور جاتے ہیں
نیز جب منافقین ہر بہتے بعض لوگ تو منافقین کے پاس گئے اور ساتھ ہی اہل حق و خدائے کو
قرآن شریف میں نہر کہیں کہ منافقین کے پاس گئے اور ساتھ ہی اہل حق و خدائے کو
گزرے ہیں اور دوسری آیت میں دل کی طرف اس کو نسبت ہے۔ دیکھو اور آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کے پاس
پہنچے ہیں اس کے کہنے گزرے ہیں اور آیت کے اس کے پاس گئے اور ساتھ ہی اہل حق و خدائے کو
پس قرآن سے بھی ثابت ہوا۔ کہ خلوا کا مضمون منافقین کے پاس گئے اور ساتھ ہی اہل حق و خدائے کو
لہذا ایسا نہ ہو کہ منافقین کے پاس گئے اور ساتھ ہی اہل حق و خدائے کو
مخفی نہیں ہے پس خلوا کو موصوفہ کے ساتھ تفسیر کرنا بہت ہی غریب ہے۔ ہاں یہ کہ لایق
خلوا کا ایک قسم ہے

قیل ان المسیح رسول وکل رسول مات وینتجھ هذا القیاس المؤلف من المقدسین
القطعتین ان المسیح مات وهو المطلب في الدلیل علی الصغری قوله تعالی ورسولاً
ابن ماری ورسولاً تعالی ما المسیح بن ماری الرسول واما ما من الآیات ونسليم
جميع الفرق الا سلامیة برسالة علیه السلام والدلیل علی الکبری المقدسان المثلان
المذكوران لا یتم کان الخلو معن الموت وقد استدل علی الرسل وثبت کونهم علی
فیئد ریح فیہ المسیح علیه السلام قطعاً فیلزم ثبوت له فی ضمن الکبری فثبت ما یصل
الکیدون ویزاح یمنع کلنا المقدسین وینتج لزم استیصال عدده صحیح التفریع علی
ارتفاع حکمتها واحد هما حقيقة كما افهموا وزعموا ویكونها مشترکاً لورودهما مطلقاً
بحسب الظاهر سلمت المقدسان کلثما او متغایراً وسئل المتع الاول ان الخلو هو

مسیح علیہ السلام ہے شاک رسول ہیں ہر رسول مرگئے ہیں۔ اب اس شکل سے جو وہ یقینی مشہدین
سے عارف ہے یہ نتیجہ نکلیگا۔ بے شک مسیح علیہ السلام مرگئے۔ یہی مطلب تباہی پر دلیل پر کلام الہی
جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں۔ نیز یہ کلام ربانی جس کا
یہ ہے کہ میں مسیح بن مریم ہوں مگر فلاؤ قد تاملے کے فرستادہ۔ اکی ہاشد اور آیات بھی ہیں جن سے
مسیح علیہ السلام کا رسول ہونا ثابت ہوا ہے۔ اور آپ کا رسول ہونا کل اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہو۔
کہا کہ لئے دلیل وہ دو مقدمہ ہیں جس کی تائید اور اصلاح ہر یک ہے۔ کیونکہ جب خلق میں سے موت ہوا اور
اسکی نسبت الہی کی جانب کی گئی اور اس کی جامع ہونا ثابت ہوا تو مسیح علیہ السلام کا الہی میں داخل ہونا
یقیناً سمجھا جائیگا یہی مسیح علیہ السلام کی موت کا کلی کی ضمن میں ثابت ہونا لازم آگیا۔ پس کاویا نبیوں کا
مطلب باقیہ ثبوت کیا ہو چکا۔ اس مسئلہ کی تردید و انالہ ہیں ہے کہ یہ دونوں مقدمہ جو کہا کرتے تھے دلیل
یہ تھے کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ عدم صحت تفریع کا احتمال اس صورت میں کہ وہ مقدمہ بالباب نہ پایا گیا
نیز مسلم نہیں۔ ہر اس مسئلہ کی واسطہ چھٹی توڑ دینگے کہ یہ احتمال ہر حال لازم آگیا خواہ وہ دونوں مقدمہ مان
لئے جائیں یا نہ اب پہلے منع کی سند جسے جائیں کہ خلق کا جسے گزرنا ہے۔

سہ مغایر ہے کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ ہر رسول مرگیا۔ الرسل کا جمع متفرق ہونا یہ ضرور
کواس سے نام غیر آدم علیہ السلام سے جناب رسول اکرم تک ہر مذکورہ لئے جائیں ۱۲ مقرر ہے

فی سابقہ علمتا و با قتل کما صاحب بر الشیطان واستغفر فی قلوبہم و انصر فیہ بالثانی
 مطابقہ الواقع و مطابقہ تقدیر اللہ تعالیٰ و ذکر الثالث و انہم یطابق الواقع و التقدير
 ملا عاۃ لرحمہم و تنسیعاً فی جواز الارکان علی کلا الشقیین و انکان هذا الثالث
 منزعاً عما حشوا و جملاً مریاً الا انہ لما کان قوی الاحتمال و کثر وقوعہ بل انہ لایستلزم
 بالاحتیاج کما دل علیہ قولہ عزوجل یقتلو الذین ینقضون العہد الذکرہ و یروا
 و یعدہم انصر فی الاول و امکانہ عند الامر کالاتفاق و ما یوجب ذکرہ من الموجبات
 المذکورۃ لظہر عندہم ثلثہ فہم انہ اولاً و الاخر و بعدہم استمقرارہ فی قلوبہم و شد و
 تقدیرہم فی ان اللہ عزوجل یقضی جواز الارکان علی ہذا احد الشقوق
 الثالثہ المصدرة و ذلک لانه لا یزید فی الفائدۃ سوا الاولین و فی الخیر فلا یلزم انصر فیہ
 علی کلا من یقضیہ کمین الحق الحقیقیہ و انما من لفظ الجدل بل یلزم تفریع احکام المسائل
 یا یکما انشغال شہادتہ ہونچا خیاس ہم کی اور ان شیطان نے دی تھی اسوقت اسے یقین کیا گیا تھا کہ ہاں ہاں
 ضروری البیان ہوا کہیت میں اتار قتل کا یہ چیز ذکر کیا گیا ہے۔ ہر نہی کا حوالہ اس پر ہے کہ موت کی ہر چیز کا مقتول
 کہہ سکتی ہے کہ یہ قتل اللہ عزوجل کا ہے۔ بل بالواقعہ قتل کی تفریع ضروری ہے کہ ہم اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ قتل
 تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھا جائے کہ میں سے پہر چلنا نا جائز ہے۔ انکا مقتول ہونا۔ انکا زعم ہونا
 تھا۔ لیکن چونکہ انہما سابقین بہت سے تھے تو انہوں نے چکے تھے۔ اور کہہ رہا تھا کہ اسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ قتل
 کو ثابت قتل کر دیا ہے۔ اور ول کریم علیہ السلام کے حقیقین ہی یہ گمان ہے کہ وہ قتل کر دیا ہے۔ اور اسے
 انیت کہہ سکتے ہیں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ نہ کہ یہ کہ قتل کا ذکر نہیں ہوا۔ یا وہ وہ کہ عبارت میں قصہ ہے۔
 و رواہم ہو کہ اسکی تفریع پر چند ضروری نہیں تھی۔ اولاً کہ انکا فریغ ہونا تقدیر و واقعہ کے مطابق نہیں تھا۔
 و کہ اس قسم کا خیال ان کا نہیں تھا۔ سوم اس لیے کہ قتل و اولیہ تھا۔ نہ ان کا علم تھا۔ نہ ان کا علم تھا۔ نہ ان کا علم تھا۔
 یہ تھوڑا۔ قتل۔ دہرہ ہوا۔ ان کا کلمہ متفرع ہے لایفہر اس پر تنگ نہیں ہو کہ ان کا خیال ہو تھوڑا۔
 دائرہ۔ قتل کے ساتھ (حقیقہ کا حقیقی معنی) گزرا۔ ہوا۔ مساوی ہوا۔ اس لیے کہ ان کا لازم نہیں آیا۔ وہ یہ کہ
 اس صدر میں اس مساوی کی اس سے مساوی پر تفریع ہوگی۔ اور یہ جہاں سے ہے۔ نہ انھیں کی تفریع ہوگی
 بلکہ کہ جب ہر بار ان کو دی تھی کہ ان سے ان کا تقدیر قتل و حشر ہے۔ ہاں یہ اس لیے کہ ان کا ہوا۔ ہاں یہ

علی الاخری واما چنانکه اقبال فرماید: **زیر آنکه جسم نامرئوس است محض یک کلام (احد صمدی)**
 الیکلی و اینجائی فیفرع علی هذا الفصل انه انسان ولا ارتباط فی شای و هذا
 الجمل وذلك الفصل ووجه تفریع احد هما علی الاخر واما ان الاثنان حرکتهما
 بمسا واهما وکون احدهما متفرعا والاخر متفرعا علیه ونبین دخول رسول
 وافی جواز الارتداد علی تقدیر تحقق واحد من الشقوق فإلّا النسب اما تستحق المحرمات
 مطلقا اعم من ان يكونا وجریدین او سلبین ویکون احدهما وجریدا والاخر سلبیا
 وایلین متفرعا فتمت فی الثبوت والعدم والایل علی لزوم ذلك النفی للخلو ان المقصود
 من البیضة وارسال الی سبل التفریع مطلقا وتعیین الطريقة الموجهة الی الله تعالی لا التفریع
 الی زمان ووجه الرسول بین اظهر قدیم ولاحظ فی زمان من الی سبل بانفاق من
 اهل الملل فتمت بطریق زعم لزوم استیفاء تقدیر الاخص علی الاصح علی فرض ارادة التفریع
 من الجواهر واما الاستیصال الصدیق الاکبر علی دعوت سیدنا محمد صلی الله علیه و آله
 عام پر چنانچه جانشین ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ بھنے ریدو نشو و نما پائے والا بالاولادہ حرکت کرتے رہے والا
 کلیات و جزئیات کا اور اک کرتے والا ہم پایا ہے۔ پس اس پر تقدیر کیا جاسکتا ہے کہ وہ
 انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ عمل (انسان) انہیں مساوی ہیں یہ نہیں سے بچنے کی کث
 متفرع اور وہ کسی کو مستثنیٰ علی ہے وہ یہ دو ہیں ہر رسول کا گزرتا ہے کہ ایک تقدیر پر جو ان الزام
 کی نفی یا سبب ہے کہ مستثنیٰ ہے کہ تو دو چیزوں کا ہوتا ضروری ہے خواہ وہ دونوں ہی یا دونوں
 ہدی یا ایک ہدی اور دوسرا ہدی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ دونوں ہدی یا دونوں ہدی ہوں
 باقی ماند کہ ازناد کی نفی خاصہ یعنی گذر کے کو کس طرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اگر اصل حالت
 بیفر ویکہ صرف اس سطح پر نہ رہا ہے کہ مطلقا شریعت کو بیان کریں اور طریقہ کو جو ان کے کتب میں
 والا جو تعین کر دیں اس میں اس طرح نہیں فرمایا کہ وہ اس کی نہ کہ شریعت کو ظاہر کر کے جن تک وہ تو کہے
 دیکھا جو دین پر راہنما اور ان کا کئی نام ہی رسول ہی خالی ہو۔ حالانکہ یہ صحیح اور بانفاق باطل ہے۔
 اس سے واضح ہے کہ اس کا قصہ کہ تقدیر ہم پر اگر غلط سے گذرنا ہی مادہ ہو لازم نہیں تھا
 ان میں یہ حقیقت صدیقہ الکریمہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے ضرر شریعت علی اللہ جہاں کی سمیت پر

بذلک فی اسفاریم الاثری الی قولہ عزوجل واذا قالت الملائکہ یا مریم ان الله یختبرک
 الایۃ والی قولہ تبارک وتعالی واحدا قالت الملائکہ یا مریم ان الله اصطفیٰک الایۃ ففقدت ذکر
 صبیۃ الملائکہ وہی جمہم معرف بالامور ولم یجد الا مستغراقا وقال تعالیٰ فی صبیۃ الملائکہ انکم
 اجمعون فلو کان کل جمہم بحیلہ بالامور مستغراقا لکان ذکرکم لہم مستنداً کا ولی ارجح ان
 لہی الا تملک المتنبہ لقتیض المقدمات الممنوعہ بحجۃ ما ذکر کبارہ واکن العاقل البیانہ کما فی
 ما ذکرنا من البیان والجاهل العالم بالتائم لا یستغنی عن صریح المسانہ وینفرد المصدقہ
 بوجود الہیۃ الکبریٰ کلہم معقدہ القیاس الفاسد لکاسد للکادیا فی فلان فاعلم
 الاتجاہ لہیۃ ذلک القیاس قولہ ان السیۃ مات واما قولہ ان اسفل الہیۃ صبیۃ
 المقرب علی منع الاستغراق غیر وارجح فی الحقیقۃ لان المراد من قولہ تعالیٰ وما یحذر الا
 رسول قد خلت من قبلہ الرسل ان یعمل صلی اللہ علیہ وسلم لیس الا بشر رسولاً

اسکی تائید قرآن مجید میں ہے۔ "ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ ہر فرشتوں سے میرے کاتب میرم خداوند تبارک
 بلاشبہ تم کو غرضی و تبارک میرم سے فرشتوں نے کہا کہ میرم خداوند تعالیٰ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔
 آپ دیکھ کر ان آیات کی لکھ کا لفظ جمع اور معرفت سے معنی تمام فرشتہ روا نہیں ہیں۔ ہمارے دعا گو ہیں
 تائیدی سے کہ حق سبحانہ نے ہر آدم علیہ السلام تمام فرشتوں سے بھرا کیا۔ اس میں بھی لفظ الملائکہ سے تمام
 فرشتہ روا نہیں لے گئے بلکہ یہ فائدہ لفظ اول اور اجمعون سے دیا ہے۔ ورنہ لفظ یہ فائدہ بھریں گے لہذا ہوا
 الیہا ہی بہت تفرانی شاہد ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرفت بالامور حال کہا گیا ہے لیکن
 چونکہ ان سب کا ذکر کامل کا باعث ہے۔ اسی پر اگر تھا کیا نیز عاقل کرنا ہی کافی نہیں ہو سکتا ہے۔
 جمہیر متنبہ فرشتہ ہوا کہ شکل انکو کے کہ ان کی کلیت ہی عجیب علم ہی۔ پس یہ نتیجہ کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہوا
 اس سے نہ عاقل نہیں ہو گا۔ اس کے کہ شکل اول میں کہ ان کی کلیت نہ ہو گئے اور کلیت نہ ہو جانی ہی۔ لہذا نتیجہ جو شرط
 ہے وہی حاکم اہل۔ یہ ہے جو چاہئے کہ اگر اللہ لامتناہی نہ لیا جو سے تو دراصل تقریب کا ناجائز ہونا
 لامتناہی کی جگہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ نہیں ہیں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر خداوند تعالیٰ
 کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت سے پہلے اللہ علیہ وسلم
 صرف خداوند کے مقرب بندے اور سچے رسول ہیں۔

صلواتہ علیہ وسلم بالنظر الى خالق الموصوف فيهم عدم صحة التفریع بحسب الظاہ لانه
اذا لم يكن منذ رجاء افعالهم فكيف يتعدى الحكم منهم اليه فان التغدى فرع لا بد له
وعده المتفرع عليه بوجوب عدم المتفرع فلم يتعدى ثم تخصیص الخلق بالهوت ولا احوال
الاستغناء وكيف والتمسك بالحشيش لا يمنع الغریق من السجود بل هو عليه وروعيه
بجيب بمثله مع فضله عليهم بما اجبت ولا يمكن لهم التشبیه بغير ان لا يكونوا
مدعاهم ولفرضناهم فان امكان شئيه كما يقال نبوة يقارن عدمه وشئيه اقسام من
المطلوب غير نافع للعلل وان نفع السائق المائل واختلاف هذه القواعد عليهم من كمال
حجهم ونجارتهم مع كونها في غاية الاكتشاف ونجاة الظهور من السجود لله لا يسوفا

که رسول کریم صلعم اس زمانہ میں کہ دوسرے انبیاء نہیں دوسف معلوم سے موصوف ہو گئے تھے مگر کہ ساتھ
موصوف نہیں ہوئے تھے تو یہ طریقہ درست نہیں کہ ان پر گناہ کا پ رسل باقیہ میں (اس حسب کلام اس وصف سے
خالی تھے) داخل نہیں ہوئے پس جس حالت میں یہ ثابت ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین میں
داخل نہیں تو ظاہر تفریع کی عدم صحت کا پھر بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تو انیس داخل ہی نہیں ہوئے ہیں پھر کیونکر ضلوع کا حکم جو ان پر لگایا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف منتقل ہو گا آخر یہ تو صیرافہم بات ہے کہ انتقال موقوف اور داخل ہونا موقوف علیہ ہے۔
پس جہاں پر موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا ہو موقوف کسی پر پایا جاوے گا۔ لہذا کا دوا نیوں کو نکر کا دوا نی،
موت ہی میں متعلق سمجھنا۔ الرسل کو جمع مستغرق نہیں لہذا بالکل نافی نہیں ہے کیا غریب کو کہاں کو چنگل
دارانچہ خاکہ و تیلہ ہی نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو کا دوا نی اس الزام کہ وہ یہ میں پتہ کریں گے یہی
ہماری طرف سے کسی حاضر ہے مگر مع ہذا جملہ ہی پتہ ہماری ہے کیونکہ ہم تو ہاں اس کے بھی جواب دہ نہ ہیں۔
چنانچہ سابق سے ظاہر ہے شاید کا دوا نی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے ہی جواب دہ نہیں ہیں لیکن یہ تو انکی
لے نافی نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہاں جواب ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو کا دوا نی ہو گیا مدعا اور تفریع
امثال ہے کیا دیکھتے نہیں کسی چیز کا امکان جیسا کہ اُس چیز کے وجود کو مقارن ہے ویسے ہی اس کے
عدم کو مقارن ہے۔ پھر یہی ہے کہ مدعا اور غیر مدعا کو جو ثابت ہو اور امکا پایا جا نا گمان اور تسلیم کرنا لیا
سائل نافع ہو مگر دلیل پیش کر کے لے کر گزانا نہیں ہے یہ قاعدہ بالکل مسلمان سے در بالا ہر جہاں گناہ

ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبله الانبیاء و قال تعالی قد خلا وقد خلت الرسل
 او قال عز وجل قد خلا كما خلت الرسل او الكفی بقوله قد خلت الرسل ولم يقل و خلا
 من قبله الرسل وهذا بناء على انحصار الجمع المعروف باللام في الاحاطة والشمول
 كما زعم الكائن ومقتضى ذلك المكيدون فالنقطة القول من قبله صريح فيما قلنا وذلك ان
 هذه الآية على جملة المسیح لا تنوقف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحدث
 من ثبوت الموت للنبي صلى الله عليه وسلم حين نزول تلك الآية بل يكون فيها معنى
 الرسل جنساً فيقال في توحیدهما ان جنس الرسل وان كان يتحقق في المولد الخاص
 قد خلا من قبل المسیح والمسیح وان لم ينزل الى الان فمبني على ما خلت الرسل جنسهم
 فيكون مفادها ان الموت له علونيننا وعليه الصلوة والسلام لم يوجد الا لان
 ولكنه يهود كان مفاد الآية لا ولفظ الموت نبينا صلى الله عليه وسلم وفيه مضمون
 ترقیب له فيما يأتي وهو دللت هذه على جملة المسیح عليه السلام فلقد دللت انك علمت
 نہیں میں مسیح، مگر خدا کے رسول۔ بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مر گئے ہیں یا بلاشبہ مسیح مر گیا
 درمیکہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ جیسے کہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ
 رسول مر گئے۔ اور نہ فرماتا بلاشبہ مسیح سے پہلے رسول مر گئے، مگر یہ سب کچھ اس فقیر پر ہے کہ
 جب ارساں کو جمع مستغرق ہوا دیکھ لیں گے جیسا کہ دیانی اور اسکے مقتدی کا گمان فاسد ہے۔
 پس غلو کو من قبلہ (اپنے پہلے) سہ مقتید کرو دینا اسی لئے ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ رہی یہ بات
 کہ یہ آیت مسیح کی حیات پر تہی دلالت کرے جیسا کہ الف لام استغراقی لیں۔ اس سے نسخ کی موت
 آیت کے نازل ہونے کی وقت میں لازم آئیگی، ”سویہ غلط ہے کہ نہ لفظ الرسل سے جنس ہوا مراد ہے۔
 اس طرح اسکی توجہ یوں ہوگی کہ جنس رسول کسی زمانہ میں اسکا وجود نہ ہوگا مسیح علیہ السلام ابتداء میں مرچا
 مسیح سے پیشتر مر گیا ہے۔ لیکن مسیح علیہ السلام بھی اس جنس کی طرح مرے گا۔ بناءً علیہ من قبلہ کا اصل
 یہ ہوگا کہ مسیح اگرچہ ابتداء میں مرے ہیں مگر آخر میں گئے۔ یہاں ایسا ہوا جیسا کہ پہلی آیت سے ہوا ہے
 یہ صلی اور علیہ وسلم کے قتال کو زمانہ ماضی میں نفی اور آئندہ انتظار ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اسکے
 اگر اس کی حیات پر دلالت کی ہے۔ اس آیت سے اکیس موت سمجھ لیں گے۔ تو یہ

فما من نذر على انه لو حل قوله تعالى ويحيى آل ارم رسول قد خلت من قبله الرسل
 على موت ما عالجينا بصلواته عليه وسلامه من الرسل جميعهم لدل قوله تعالى ما المسير
 بن مريم آل رسول قد خلت من قبله الرسل علم موت ما عالجى الله عليه جليله وسلامه من
 الرسل جميعهم ونبدأ جري ذلك العام المحكوم عليهم بالموته بمبينا صلى الله عليه وسلم
 هذا حال فان نزوله لم يكن الا في حياته وهذا الحال لم ينشأ الا من تسليد استغفرت
 الرسل في الاية الاولى فيكون محال لان ما يلزم منه الحال حال البتة فاذا لم يثبت هذا
 السليم عليه السلام تحت الاية الموقوفة على تسليد الاستغفرت المستلزم للحضور والحوال
 الشرحي لم يقدحوا في استنكاحهم العاطل الاطلائ ولا في الثانية تدل كدالة
 صريحة على حيوة السليم بن مريم حين نزولها اذ لو كان من المتين في ذلك الحين لقادحنا
 انكى كعلمي مستهوش بهدوء اس سے علاوہ اور کچھ کہ اگر مان لیں کہ وہ ایت جبرک سفا دیہ ہے
 کہ نہیں ہے حضرت سلم نگراؤند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپسے پہلے پیغمبر گذرے اور گئے، اس پر
 دلالت کرتی ہے کہ آپ کے ماسوا جتنے رسول تھے وہ سب مر گئے ہیں تو اس صورت میں وہ ایت جبرک سفا
 یہ ہے کہ نہیں مسیح بن مریمؑ مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپسے پہلے پیغمبر گذرے، چاہئے کہ
 اس پر دلالت کرے کہ مسیح علیہ السلام کے سوا جتنے رسول ہیں سب مر گئے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اسو ایک
 نبی علیہ السلام کے ماسوا رسولوں میں ہمارے سوا ہفتہ موجودات علی الصلوۃ والسلامات بھی داخل ہیں
 تو اس سے لازم آگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس ایک لڑنے سے پہلے مر گئے ہوں اور یہ صریح
 چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ یہ آیت نامی کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا الف لام کا استغفرتی لے لینا ہی محال
 ہوا وچہ یہ کہ جس کے نام البیتر سے کوئی محال لازم آوے اس کا ماننا ہی محال ہوتا ہے اس واسطے یہ نتیجہ کہ مسیح
 مر گئے ہیں، صادق نہیں ہے اجماع کا صدق بصورت میں تھا کہ اگر سیتر اکبر میں منبریم ہوتے لیکن
 وہ تو منبریم نہیں ہیں، سبب یہ ہے کہ انکا اندراج الف لام کے استغفرتی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی
 باطل ہے۔ پس تہذیب مذکورہ بھی کاذب ہوا، نیز دوسری آیت (جبکہ آیت اجماعی بیان کیا گیا ہے) صریح
 مسیح کے (ایکے) نازل ہونے کے وقت (زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے) دیکھو اگر مسیح اس آیت کے نازل ہونے
 کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خداوند تعالیٰ کا یوں فرمانا چاہئے تھا کہ

عز وجل یقولہ تعالیٰ وما جعلناہم جسداً لایطعموا الطعام وما کافرا خالداً فی وقوفہ
 اشتد لہ لانیہ لو کان المسیح علیہ السلام حیاً فی السماء لہ وکونہ جسداً لایطعم کل الطعام
 وکونہ خالداً وقد نفی اللہ تعالیٰ ذلک فان معاذ لا یتسلب کل شیء لا یمنع من المریض
 بجسداً لایطعم ولا احد منهم فی الدنیا من المقر ان تحققوا حکم الشخصی من اقص السلب
 الکلی والدلیل علی کون المفاہد سلباً کلیاً ببارک و تعالیٰ وما جعلناہم من قبلك الخلد
 افا تمنت فیم الخلدون فاند صریح فی السلب الکلی فاذا ثبت الرفع والسلب کلیاً بالحق
 ارتفع حکم الشخصی المستلزم للاحیاب لکن فی المناقض لذلک السلب المدلول بالنقض ان
 احداً متناقضین لا یجاءع النقیض الا انزکما لا یرتفع معہ وهذا یدعی اقول یتوقف علیہ
 وحسن توقیفہ ان فی قولہ تعالیٰ وما جعلناہم جسداً لایطعموا الطعام علی الجعل المؤلف
 المتخلل بین المفعولین ومفعول الثاني المجعول الیہ هو قولہ جسداً لایطعموا الخ فی دخول

کہ نہیں بنایا ہے غیر دیکھو کہ وہ کہتا ہے پیٹ کی طرف محتاج ہوں اور نہ ہمیشہ رہو والے۔ لیکن ہم
 پہلے اس مسئلہ لال کی صلیح کر لیں اور پھر جواب دینگے۔ کادیانی کا منہ لال اگر کسی علیہ السلام آسمان پر زندہ بھی
 مان لیا تو اس میں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ ہمیشہ زندہ
 رہنے والے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیت میں ان دونوں باتوں کو یہ ضلاف ارشاد فرمایا ہے کہ نہ
 حاصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کا محتاج نہ ہو۔ نہیں
 کوئی ایک بھی انہیں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا ابتک زندہ ہونا جو گواہوں سے
 عبارت سے واضح ہے کہ انہیں کہا کہ وہ وہاں پہنچے ہو خارج ہیں؟ یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صراحتہ اس سلب
 کا یہ (نہیں کوئی جسد) سے مخالف ہے۔ اس سلب کی تہذیب دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک آیت میں فرمایا ہے
 کیا رسول اللہ پر ہے اس پر کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہو کیا اگر آپ مر جائیں گے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہے گا۔
 پس اس آیت سے صاف سلب کی ثابت ہوا اس آیت میں بھی لازم آیا ہے کہ یہ صریح جزیرہ کہ بعض آدمی جیسے کہ
 مسیح قلم سے کہیں گے انکے باطلان قسماً زندہ رہے) باطل ہو رہے ہیں کہ اس پر ایک شخص ہے۔ قاعدہ ہے کہ
 جب آپ شہید ہوئے تو اسکی نفی کا وہ اور غیر تحقق ہو ورنہ اتمام النقص لازم آوے گا حالانکہ یہ باطل ہے
 جیسے کہ وہ نون لفظ کا متعلق نہ ہوا باطل کے لفظ کا یہ آیت مذکورہ میں جو حرف نفی (ہا) کا وارد ہوا ہے

کہ انجیل و تنجیل و انجیل الاختلاف بین ہندسین القولین جل قالہما والقول بوقوع
 الاختلاف فی القرآن حکم بوقوع ما حکم اللہ بامتناعہ وهذا کفر قال اللہ عز وجل
 ومن لم یشککنا بما انزل اللہ فأنک ہم الکفرون والدل علی امتناع الاختلاف
 فی القرآن قوله تعالی ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا
 ضبطت ارادة استغراق الرسل وعمومہ والدلیل علی ان الحیوۃ والموت
 مختلفان ان الموت انفس بعد ما الحس والحکمتہما من شانہ کلاهما فیقابل الحیوۃ
 بتقابل العدم والحدکثر وان باخیار الرسل عن البدن وهو الحق الثابت بالنصوص
 الشرعیہ والقصور العقلیۃ فہیما تضاد وکل منہما اختلاف فاستقر علی عرش
 الحق وقائمان من حیوۃ المسیح علیہ السلام فی الاونۃ الماضیہ وموتہ فیما یات فی هذا
 ما شہد الیہ الاسلامیون باجماعہم بختلاف النصارى القائلین بوقوع موتہ ثمر
 احیائہ وزعمہ بحدسہ وبخلاف من ہم اسوع حالاً واشترکاً لا رسم الکائد الکادیانی
 وانکیدون القائلون بوقوع موتہ وبعدہم (فقد الحسنت ثم استدل الکائد الکادیانی
 بآیتہ قرآن میں تخالف اور تضاد پایا جاوے گا۔ حالانکہ ایسے امر کا قائل کافر ہے۔ اس لئے
 ماننا ہے کہ اگر الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ شاید اس موقع پر کوئی شخص یہ کہے
 کہ چونکہ موت اور حیات انہیں میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی۔ دوسری آیت
 سے موت اور کھل کر ان کو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مضحکہ خیز و صبیحانہ ہے
 سبب یہ ہے کہ اگر موت کا معنی اس چیز کا حواس ہونا کہ اسکی شان سے حواس ہونا ہے، مقتصر
 ہے تو موت و حیات میں بطور تقابل عدم و تکلیف کے خالف ہوگا۔ اگر موت کا معنی بدن سے روح کا جدا
 ہونا ہے، چنانچہ بعضی نصوص شرعیہ عقیدہ کو ثابت ہو رہی ہیں، موت و حیات میں تضاد ہوگا اور یہ موت
 و قوت میں مخالفت پائی جائیگی۔ لہذا مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں فرما دیا زندہ ہیں انکی موت کا قہر
 ہونا ثابت ہوا۔ اور بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ البتہ نصاریٰ اور کادیانی اس کی میں مخالفت
 ہیں۔ نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح مرنے نہ چلا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ کادیانی کہتے ہیں کہ مسیح مرنے اور کمان پر
 مجسّمہ نہیں چڑھا کر گئے بلکہ کادیانی ہی مسیح کے ہر لحاظ پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں اسکا مقصود یہ ہے کہ

ویراد بقولہ تعالیٰ و ما جعلنا ہم جسداً و تحقیق ما عدل ذلک العید مسلماً مثبت
 بالبراہین العقلیۃ و العقلیۃ القطعیۃ و عدم الاکل الذی ہولہر عدمی منصوباً بوجوب
 بعدم اکل ثنی ما علم من ان یكون طعاماً و غیرہ و بعدم اکل الطعام خاصہ و ان وجوب
 معہ اکل غیر الطعام و عدم ذلک الانتقاء الذی اضعیف الی الامر بعدی انما یحقق بتحقق
 نفیقہ ما اضعیف البیہ الا انتقاء فیستلزم انتقاء ذلک العلم الذی ہونہ قوۃ السالبتہ
 الاکل الذی ہونہ قوۃ الموجبۃ المحصلۃ اذ معلوم الاولی من الثانیۃ انما ہو بل مکان تحققہا
 بعدم الموضوع و بعدم امکان تحققہا حیث عدم الضرورۃ استدعاً کما وجود الموضوع
 و من الیہ فیہا تار، الموضوع فیما فیہ موجود و قد تقرر فی مدلک العقلاہ ان
 یدل السالبتہ السالہ و یدل الموضوع المحصور بالعدم و یدل الموضوع فلزم من قولہ تعالیٰ و ما
 جعلنا ہم جسداً لا یأکلون الطعام الذی ہو بمنزلة السالبتہ السالبتہ تحقق قضیۃ جتی
 محصلۃ اعنی کل رسول یأکل الطعام فیقال لمن یدعی بطلان ثبوت موت المسلمین من ربہم
 و فرکایا توہر مال مقید بحی عدم ہوگا بلکہ یہ سبغ ہو تا صرف ممکن ہی ممکن ہیں واقع میں انہیں
 کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ انہیں سے عدم اکل کا متقی ہو ناگو ممکن ہے۔ واقعی بھی ہے۔ اسوا
 اسکے بقضے ہیں انکا واقع میں پایا جانا و لائل عقیدہ و عقیدہ سے ثابت ہے اسکے انکے دعوات واقعی نہیں
 ہیں، جب یہ ہیں انکا واسکا علم بھی ضروری ہے کہ قید عدم اکل کا پایا جانا و بطریقہ ہے کہ کوئی چیز خواہ
 طعام ہو یا اور کچھ ہو کہ کہا ہی جاوے یا خامسک طعام ہی نہ کہا یا جاوے۔ اس پر شبہ نہیں ہے کہ عدم اکل
 کا پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا جبکہ کہا نا متحقق ہوگا۔ پس عدم اکل کے نہ پائے جانے کو
 جو سالبتہ سالیہ ہے موجبہ محصلہ لازم ہو اگر چہ یہ ملازمت موضوع کے موجود ہونے ہی ہوتی ہے
 لیکن یہاں تو موضوع (انہا علیہ السلام) امر واقعی ہے۔ یہ کہا و دونوں متحقق نہیں ہو گئے ضرور ہو گئے۔ یہ سبغ
 ضرور نہیں کہ تاثر لگا آیت مذکورہ (و ما جعلنا ہم) سے جو سالبتہ سالیہ ہے موجبہ محصلہ لازم آتا ہے و یہ یہ کہ ہم
 رسول طعام کہنا ہے۔ انکا دینی سے متعلقہ کلاس قضیہ موجب میں کل اور کہا نا جو رسول کو ثابت ہے۔ تو
 اس کے نتیجے میں نہ طعام نہیں کہا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس پر واقعی داخل کر کے تو یوں کہیں گے کہ کیا
 نہیں ہے تو موضوع لازم کو لگا کر نہ طعام کہا ہی جو غرض یہاں ہی پڑتی و جسٹیل جو وہ سالبتہ سالیہ ہے یہاں
 یہ کہنے کے کہا نا یہ کیا کیا ہو وہ موجبہ محصلہ کھلا دیکھا ۱۴ حسن حیم

والجہجہ لہ الیکن واجباتی وقت ما الیکن الشرط به ضروریاتی وقت ما کما صرح
 به فی کتب المنطق من ان الکتابۃ لیس شرطہ فی حین من الاحیان فاذا غلبت
 بالشرط وجماعا والضروریۃ بشرط الشئ غیر الضروریۃ فی وقت ذلک الشئ والا ول
 لا یستلزم الشاؤکما فی شئ کلا صایع بشرط الکتابۃ فان الشرک بشرطها ضروری
 ولیس فی وقتہا ضروری فی ذلک ضروریۃ الا کل بشرط الجہجہ امر ضروریۃ فی
 وقت الجہجہ امر اخر لا یلزم بہنہما فضروریۃ الاعتقاد فاذا لم یکن الا کل ضروریۃ فی
 وقت ما لکن القضية وقتہا مطلقة ولا منتشرة مطلقہ فلیکن وقتہا ولا منتشرة
 لاستیعاب تغافلہ الاعمال انتفاء الاصل کون الا کل ضروریۃ بشرط الجہجہ لا یقتضی
 ان تكون القضية مشروطہ ايضا داخلہ شرطہ ما یوجبہ الضروریۃ بشرط الوصف
 العنونی لا بشرط ای وصف کان ومن الظاہ ان الوصف العنونی فی القضية انما
 لکن یلزم لظاہرہ کہ یکبر کثر ضروری الوجہ نہیں ہے پھر طہام کا کہا ناجراں کا مشروط ہے وہ
 کیسے ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جب کہیں کہ یہ کی انکسین کھڑکی حالت میں تھک ہیں۔
 آہیں کھیناؤ کہ وہ کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے۔ تو جسکے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کہانت
 کی وقت میں ضروری نہیں ہے۔ وہ یہ کہ کہانت جتنا کہ کئی وقت ضروری نہیں ہے اور شیعلا وقت وہ
 وقت ہی ہے نہ میں کتابت تحقق ہے۔ پس وہ جلیب ہی ہوتی میں ضروری نہیں ہے تو انکسینوں
 پر کتابت کی وقت میں کہ ضروری ہوگا۔ ویسے کہا ناگو بشرط الجہجہ (جہجہ کہ ضروری ہے کہ جہجہ کہ
 وقت میں ضروری نہیں چاہئے ایسی ہم میان کر آئے ہیں شاید کہو گے کہ جب یہ مانگیا کہ طہام کا کہا نا
 بشرط جہجہ کہ کئی ہو ضروری ہے تو یہ قول جسے فقہیہ شرط کہتے ہیں صادق آویگا کہ ہر رسول کے
 لئے بشرط الجہجہ طہام کا کہا نا ضروری ہے؟ حالانکہ تہا ہے واسطے ضروریہ رسوا وضع ہے کہ
 مشروطہ ہر صادق نہیں آویگا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں زن کہنا کیا معلوم نہیں ہے
 کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے
 ذریعہ سے وہ وصف پیدا کیا گیا ہو۔ پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول

ان نسبتہ الاکل للکل رسول فی ہذا القصۃ هل یلزم بالظہور بحسب الذوات او بحسب الوصف اوفی وقت ما اوفی وقت معین او بحسب الزمان ذاتا او وصفا او بالاطلاق او بالامکان مع قید اللادوام فی ماعد الاول والخاص مع قید الاخر فی ماعد الاول فقط علی رائے اوفی ماعد الخاص فیہا کما علی رائے الاخران لہذا بعض التراکیب منها متعارفاً اولاً یعنی بقید اللاضرورۃ ولا قید اللادوام الاول والخاص بدیہی البطلان لوجود تفتیح کل منها وهو امکان عدم الاکل للکل والادام والاطلاق لکل واحد منہما وللسادس لعدم مدخلیۃ وصف الہدایۃ فی ضرورۃ الاکل او عدم کمالہ داخل فیہما المحذور ذلک الوصف وکنہ لا تکنون ضروریۃ بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ما ولا بحسب وقت معین لان غایۃ الامر ان یکون لکل ضروریاً بشرط الجمع یہ انکے لئے انکی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے یا باعتبار کسی وصف کے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے۔ یا یہ کہ وہ ذات کی اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے یا غیرتین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہو۔ یا یوں کہہ کر اس کا ثبوت انکے لئے ممکن ہے خواہ مع قید اللادوام جیسا کہ اول اور پانچویں کے ماسوا میں۔ خواہ مع قید اللاضرورۃ جیسا کہ اول کے ماسوا میں بنا بر ایک ساتھ کے پانچویں کے ماسوا میں بھی عند البعض بالاضرورۃ ولا دوام کی قید کہیں بھی تسلیم نہیں۔ بہر حال پر ظاہر ہے کہ ضروریہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کا ہونا یا غایۃ ثابت ہے) اور دائرہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دیکھا ثابت ہے) باطل ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض وجود ممکنہ عامہ کی متحقق ہو پس لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جاوے گا اسطر پر دیکھو کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کراتے ہیں۔ یا اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صادق ہے۔ اسلئے دائرہ کا ذنب ہونا نہیں تو ویسے ہی اجتماع النقیضین لازم او نگا جیسا کہ گزارشہ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے اسلئے کہ وصف رسالت ہرگز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے۔ علی ذلک التماس اکل الطعام رسول کی واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہوا اور خاص ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے۔ مآخری بھی تو کہہ گئے کہ اکل الطعام ہر رسول کی ایک جگہ کی متحقق ہو ضروری ہے۔

و انحصار الطبیقہ بدل مایخل منہ ذالک فرع الخلل و لا ترتیب فی تنوع مراتب الخلل
 باختلاف الاسباب الاصلیة والخارجیة ولا تحدید المراتب فالخلل الذی فی مرتبة
 ناقصہ غیر الخلل الذی فوقہ یعنی سلسلہ کل منہا عن الاخر و کذا لک بقال فی جمیع
 مراتبہ ان کل مرتبة عینا ہا فی سلسلہ متعاقباتہا و عواقبہا من المراتب و ہا ملسلویان
 عنہا فہذا حکمہا جال علی کل مرتبة ہا مکان سلسلہ ہا عن جمیع المراتب الاخر کا مکان سلسلہ
 المراتب الاخرہ ذالک المرتبة و ہذا فرع امکان السلسلہ فی نفس الامر سلسلہ مرتبة معینہ
 فی مرتبة اخرى سلسلہ مفید و السلسلہ فی نفس الامر معہ ان یکون ذالک السلسلہ مفید
 بکونہ فی مرتبة اخرى یا لا سلسلہ مطلق و لا درجہ ان امکان التفتد فرع امکان المطلق و متعاقباتہ
 حذہ و اذا کان الامر کذا لک امکان سلسلہ الخلل اسفاً فامکن انتقاد الجمیع اصلاح مع بقا الخلل

یہ جوہر بیان کر کے ہیں کہ یہ کہ ضروری الثبوت نہیں ہے سہا سلسلہ دلیل ہے کہ درونی اور بیرونی ہر ایک
 سبب اجزا اپنے حصے ہیں۔ ان کے قائم مقام اجزا کے چاہئے کہ کہہ دے۔ پس جیسے کہ گستاخ متحقق ہو گا
 تو جو کہہ بھی متحقق ہوگا۔ پس یہی سبب کہ تجزیہ علی حدیث گستاخ کے سبب مختلف ہو گیا تو باضر و نقل کے
 درجہ بھی مختلف ہو جائیگا۔ مگر یہی ظاہر ہے کہ تحلیل کے درجہ بتناہیں۔ پس نیز ان کہہ ہیں ان کے اور
 کوں علی انہر ایک اور سبب کیلچا سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ذی تحلیل اعلیٰ تحلیل نہیں ہے۔ اور
 اولیٰ نہیں غرض کہ جس درجہ اور درجہ کو نظر رکھیں اس سے جراثیم ہے یا اعلیٰ اسے اترے درجہ میں
 سلسلہ کرنا چاہئے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معینہ درجہ سے رفع کر سکتے ہیں تو گویا سلسلہ کا حکم لگایا گیا
 ہے۔ کہ ہر درجہ اپنے اسوا سبب سے سلسلہ میں ناممکن ہے جیسے کہ باقی درجات کا سلسلہ میں جو کہ مکرر
 ہے۔ آپ نے یہ گویا کہ یہ سلسلہ میں ہے جب یہ ممکن ہو تو صاف ثابت ہو گا کہ واقعہ میں بھی سلسلہ ممکن ہے کہ نہ کر
 درجہ مطلق ہے اور تفتد نیز امکان مطلق کو ممکن نہیں ہو سکتا۔ یہی بات کہ سلسلہ کا قیام ہے وہ کہوں مطلق ہے جو
 اسکی وجہ یہ ہے کہ سلسلہ فنی ہے کہ کسی درجہ میں متحقق ہو گیا لہذا نہیں ہو سکتے ممکن ہو نہ ہے۔ یہ لازم آیا کہ تحلیل
 کا درجہ ہی سلسلہ ہو نا ممکن ہو کہ کہہ کہہ تحلیل کا سلسلہ ہی مطلق سلسلہ ہے۔ اس طرح تحلیل کا سلسلہ ہی سلسلہ
 ہو نا ممکن ہوا پس پھر کہ کا سلسلہ بھی سلسلہ ممکن ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ کہہ ضروری الثبوت نہیں ہے
 جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ان کے بیان کرنا چاہئے کہ تحلیل کا سلسلہ ممکن ہی ممکن ہے نہیں بلکہ

وصف الرسالہ زدوں وصف الحیج فلم یبق الا ان یکون بالاطلاق والامکان
مع قید الادوام والا ضرورة اوبدونه والا اول منک منہما متعین بدلیل
قولہ تعالیٰ وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام ویمشون فی
الاسواق فیکون وجوبہ بتراحد خبرہما ثابت بطلانہ الاحیة وثانیہما بما فی الیقین
وهی امکانت مستلزمہ لما عدلھا لکنھا لکی ہما احضرا حق بالاعتبار فیحصل الیقین
کل رسول یا کل الطعام بالفعل ولا شی من الرسول یا کل الطعام بالفعل وهذه القضية
لا تأخذ ما ضحیٰ لہا الا سلامیون لانه یصدق ققیلنا المسیح بن مریم اکل الطعام بالفعل
ولیس باکل بالفعل وما قرنا قبل من ان الحیج لیس بضروری لان الحیج خلوا لیا طن

یہ حکم کہ کچھ کہہ کر صورت نہ کر رہ میں وہ کیسا مشہور ہو سکتا ہے۔ بنا بریں ماننا چاہیگا کہ قضیہ نہ کر وہ مطلقہ
یا ممکن عامہ ہے خواہ لا دوام ولا ضرورہ کی قید لگا دیں یا نہ۔ ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ بریں آیت سے مستفاد ہے
جیسا کہ مضنون ہے کہ رسول اکرمؐ آپسے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے۔ بازاروں میں چلتے پھرتے
بھی تھے۔ کیونکہ اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ وہ رسول کسی کسی کو نہ پھینکے اور بازاروں میں چلتے پھرتے
تھے۔ نیز کہ ہر وقت میں جیسا کہ ہر وقت میں چلتے پھرتے تھے اور یہی مطلقہ عامہ کی ایسا ہی طعام
کے کھانے کا احوال ہے۔ امکان ثابت ہوا۔ پس جبکہ اس مطلقہ اور ممکنہ کو لا دوام کی قید لگا دیں گے۔ تو یہ قضیہ
وجودیہ ایسا ہوا۔ لاکسی پہلی حرکت نہ کر رہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لا دوام کا مفہوم۔ ہماری مابین
القدر سے پاک یہ ثبوت کس پہنچتی۔ البتہ اس وجود کو یہ پہنچتا کہ یہ آیت تبارک و تعالیٰ خاص ہے نہ ضروریہ وغیرہ لازم
لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص نہ بادر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی نتیجہ ہو گیا۔ اس طرح اسکی دو ترکیبیں پائی گئیں
پہر وہ کیسے کہ وہ طعام کو جو عقیدہ سے مخالف ہے مانے۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کبھی
رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور کرو کہ کچھ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ پہلی جو مخالفت نہیں کرتا ہوا
کیونکہ یہ قضیہ کہ رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے تو اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تو صادق ہے اس آیت کا
لئے مطلقہ عامہ اس عقیدہ کو کہ وہی کہ جس میں محکم علیہ محکم ہے کہ سات تین اوقات میں کسی زمانہ میں کھا گیا ہو۔ جیسا کہ
کہیں نہ کہیں کا مذکور ہے۔ کائنات عامہ وہ ہے جہاں طرح طرح کی مخالفت کی ضرورت طلب کی گئی ہو۔ چنانچہ کہیں زیر بالہ مکان
عامہ ہے۔ لیکن یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ میں ہوگا۔ کہ ہر رسول کبھی طعام کھاتا، کبھی نہیں کھاتا ضروری
نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ہوا۔ ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے۔ یہ مطلقہ عامہ ہوا۔ ۱۲ صحت منجم
نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ہوا۔ ۱۲ صحت منجم

الحیجہ اذکما ان الفکار فی الدنیا لا توفی للاحصول الذی لا دفع الحیجہ کذا طام
 الحیجۃ ولا افتقار الیہ محصول بذل العقل ودفع الحیجہ بل لا یجوز ولا یخل وانما یکون
 اکل الحصول الذی فقط فان لم یقتض بما حکما فطالع التیسیر والوجیز وکیف لامع انه
 قلت کذا وقلید بما صرح ان فی الحیجۃ یا قیال لہ الدیان من دخل شوب من شوبک یجہا
 ابدا ولا فرق بین الحیجہ والظاہر کلا متناع فی عدم التعطش لامتناع فی عدم الحیجہ
 ولا ید علی ما قلنا من انه اذا ممکن سلب النخل ممکن انتفاء الحیجہ انہ احتیاج ہذا دلیل
 اذ انتفاء العالہ لا یستلزم انتفاء العلول بذل ما تقر عندنا لاصولہ من جواز تعدد
 العال علی معلول واحد فلا یلزم انتفاء العلول بانتفاء واحد منہا کما یستحقق بتصفو علیہ
 اخری منہا کدھم حصۃ الاحتیاج علی حکمہ بان زید لہ میت بانتفاء واحد من علی الموت
 کما یقال لانہ لم یبق نقط من علیہ یجوز ان لا یستلزم ان یموت کما یستحقق بتصفو علیہ

بھو کہ کا اس میں متفق ہوا لانہ نہیں آیا ہے۔ اسوا لیکہ یہ آیا ہے جیسا کہ دیا ہے یہ جیسا کہ متفقہ ذکر
 لئے کہا ہے جاتے ہیں نہ بھو کہ کے لئے وہ ہے ہر پشت میں جو طرام کہانے کی جائزت دیکھی ہے
 اور وہ کیا لگے وہ تو صرف نذر کے رہا ہے۔ ہر پہر بھی اگر کسی مخالفہ فائدہ نہیں تو قسبہ تہا یہ روینہ
 کام طالع کر آیا کیوں نہ ہو کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ پشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ
 کا نام ریان ہے، اس میں جو داخل ہو گا پیگیا اور جہیے گا پھر کبھی اس کو پائیں نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ
 پیاسا اور بھوکیز کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ کہ پیاسا کہ پائیں کا ہونا ممکن ہو اس طرح کہ بھوکہ کا ہونا بھی جائز
 تھا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ پشت پال کا سلب ممکن نہ ہو بھوکہ کا عدم بھی ممکن تھا۔ یہ تو ایسی بات
 جتنے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ وجہ ہے کہ علت کے پائے جانے سے معلول کا نہ پانا جائز لازم
 نہیں ہوتا۔ پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ عقل کے غیر متحقق ہونے سے بھوکہ کا غیر متحقق ہونا جائز ہے۔
 کیوں درست نہیں کہ بھوکہ کے لئے ادھی کوئی علت ہو جس کے تحقق سے اس کا ہی متحقق
 لازم ہو۔ کیا یہ کہ نہ اندا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں کہ وہ پھر پیر سے گر کر نہیں مر جیسا کہ ہوگا۔
 نہیں کیونکہ زید کا مرنا چاہتے ہر نہتہ پر نہ گرنے سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔
 علی ہذا القیاس جس مرے کے لئے اور

بل حکم اللہ تعالیٰ بحقیقہ انتفاء الجمع فی القرآن ولم یکشف بعض امکانہ وقال ومن من
 قائل مخاطباً لادمان لك الاتّجوع فیہا ولا تقری وانك لا تطعم فیہا ولا تنفخ
 ولبس ذلك الالعدم الخلل كما ان عدم الضی عدم الشمس وجماعہ علی عدم دوام
 الجمع او علی عدم اشتدادہ غیر محکم ولا لہم حمل جمیع الافعال المدخولۃ فیہ فی اللفظ
 علی فنی دواہما وعدم اشتدادہما وامثال ہذا لا تقصم ولا تستفیدہا لوجہ ضروری
 داعیۃ وای ضروریۃ احوال الی صرف اللفظ عن الظاہ وجماعہ علی غیر الظاہ
 بحیث لا ینقل الیہ الذہن اصلاً والعسک علی وجوب تلك الضرورة بقوله وقتنا
 یا ادم اسکن أنت وزوجک الجنة ولا تمنا رعداً حيث שתما ولا تقربا هذا الشیخ
 فتکون من الظلمین وغیر مستقیم فان اطلاق الاکل وابتدئہ لا یقتضی
 خداوند تمام کی کلام سے اسکی وقوع ہی ثابت ہو کہ میں خداوند تعالیٰ فرمائیے کہ اسے آدمؑ چھو کہ
 بہشت میں نہ بھوکے لنگے اور نہ نرم سمیں نہ نہ ہو گے اور نہ بکواس گری اور نہ نرم ہمد چارشت کا
 وقت دیکھو گے۔ بھوکہ کا انکو بہشت میں عارض نہ ہونا اس واسطے تھا کہ وہیں خلل نہیں تھا جیسا کہ
 چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا اگر اس کے جواب میں کہیے کہ اس سے مقصود
 یہ ہے کہ ہر وقت میں بھوکہ نہیں لگے یا سخت بھوکہ نہیں عارض ہوگی۔ سو اسکا جواب یہ ہے کہ غلط
 ہے ورنہ چاہئے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو وہاں پر ایسا ہی مراد ہو۔ حالانکہ اس قسم کی
 مجوز تکیہ کتب صحیح نہیں ہے جب تک کہ کوئی ضرورت نہ ہو۔ پہر بیان پر کہیے کہ کوئی ضرورت
 درپیش ہے کہ ظاہر ہے کہ چھوڑ کر ایک ایسے معنی مراد رکھ لیں کہ اسکا طرف ذہن کا انتقال
 بھی نہیں ہوتا۔ اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے آدمؑ نماز اور تہن کا
 بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلائمے درخت کے سوا جس درخت کا پہل پہاں چاہو گے کھاؤ
 تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوکہ عارض ہوتی ہے۔ لہذا جہاں پر بھوکہ کی
 نفی کی گئی ہے وہاں محنت بھوکہ یا دائمی بھوکہ مراد رکھ لینا چاہئے۔ سو اس کا
 جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم علی الصلوۃ والسلام وجماعہ
 کے کو بہشت میں کہنا مراد ہے اور جابر کو یکا ہے۔ اور اس سے

یہ خالق الفاء فیصمہ الاستدلال علی امکان انتفاء الحیوة بامکان انتفاء الخلق نعم الحیوة
 علتہ لا کل بالعدم الاخیر ولذا لا یلزم من انتفاء الحیوة انتفاء الکل لیسوا یشخصه
 بل نہ بعلتہ غیر الحیوة کا مستحصال اللذات وقصود علاج ونحوہ وھذا واضع علی ان
 ان فی اصل واستدلال ایضا بعض ھذہ الایات وهو قولہ تعالیٰ وما کانوا خلائقین وقولہ تعالیٰ
 وما جعلنا للبشر من قبل الخلق افاضہ من قبل الخلق ومن وغیرہ استدلالہ انہ لو کان
 المسبب علیہ لستہم لزم ان یکون خالداً وقد غفر اللہ الخلق عن کل افراد البشر
 ہاتین الایاتین جو امر ان الخلق المنفوع کلما الایاتین هو الخلق بمعنی دوام الحیوة
 فی الدنیا لا بمعنی طول العمر بل لا حقیقۃ للخلد الا دوام الحیوة کما لا یخفى علی من ھو عالم
 بمعانی اللغۃ ومما ھدہ نظم القرآن فال تعالیٰ حق اھل البتہ اولئک اصحاب البتہ ہم
 فیما خلدون وفي حق الکفار اولئک اصحاب النار ہم فیما خلدون وعلم اھل الدنیا
 ختم فی الایاتین فی دوام الحیوة فی الدنیا لفر من افراد البشر وهو حق البتہ الدائم المطلق

لقول الفاء (ایکا سنہ وہی ہے جو ہی ذرا) علتہ اور سبب کہ نہ کہ کہا نا ہو کہ نہ بیجی تحقیق
 ہو سکتا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کہا تے پیتے ہیں سکاویانی اثر لال
 کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوند عز و جہ فوات ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہتے والے نہیں تھے نیز کہ جنے
 یا حوالہ مسند آج پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے کیا اگر آپ جائیں تو ایکے مخالف ہمیشہ رہے گی
 اس مسئلہ لال کی توضیح یہ ہے اس طرح ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر انک زندہ ہوتے تو انکا ہمیشہ زندہ ہوا
 لازم آوے گا کہ خداوند تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ کسی کو ہمیشگی نہیں ہے کیسی اب دونوں
 آیتیں میں جو ہمیشگی کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد نہیں کہ طویل العمر ہو یا کیا بلکہ اصل اس کا
 معنی تو یہ ہے کہ کوئی ایسا خدا کی طرف زندہ نہیں رہے گا اگر اسے مخالف اس پر آکا ہی نہیں ہے کہ کائنات
 سفاہیم قرآن کے طور سے دیکھو دیکھتے نہیں کہ قرآن کریم میں ہر شے جو جسے حق میں فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ
 خالداں اور ہمیشہ رہے گی۔ اور خود کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی۔ لہذا وہ لو کہ قرآن کریم خالداں
 ہمیشگی نہ کر دے کہ اسے دوام ہے پس نفی اگر ہے تو وہ علم کی بحر لاغیر یہ (یعنی نہیں کوئی ایسی آدمیوں
 میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) دائم موجودیت ہمیشہ مطلقہ کی تفسیر ہے

من علی الجبل کذا لک یمن علی سطح البیت ومن فوق الشجرة الطويلة ویضرب
من السیف والحجر وامثالہ ونحوها لضرر یستصعب احصاؤها فبانقضاء واحد منها
کیف یجوز بانقضاء الصوت اصلاً کما لا یمکن تحقق واحد من تلك الانواع و
عدمه ورویه لان التحقيق ان العلول اذا انحصرت فی العلل وتكون العلل لازمة لہ
ہو مفسر فی کتاب القوم بالولاہ لا یمتنع حکم العلول فانقضاءها یستلزم انقضاء المعلول
اذا لا یصور تعدد العلل علی ما یلحق حتی یمکن انقضاء احدھا بثبوتہ یا خیر منہ یا فاذ لم
یحیز تعدد العلل وانحصرت المعلول الواحد فی العلل الواحدة لا لازمتہ فلو تحقق المعلول
مع ارتفاع العلل یبطل المدعی انہ یحقق المزمع بدون الازم فلا یمکن ان علی عدم العلول
بانقضاء العلل علی ما لا یمکن استکمال بانقضاء الازم علی انقضاء المزمع ولا یمکن تحققہ والتخلل
بالنسبة الی الخیر کذا لان التوقف علیہ الخیر لولاہ لا یمتنع یعنی کما فی المحیط

اسباب ہی ہیں جسکے عارض ہوئے سے زید سنا ہے یہاں کہ ان اسباب میں سے ایک
سبب نہ پایا جاوے گا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم جو آپ لگا چکے ہیں
صحیح نہیں ہے۔ البواب علت و شرط ہے ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو معلول اگر متحقق ہوگا
ہوگا سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا جائز نہیں کہوتہ بابر اشتہار
علتیں دو تین نہیں ہو سکیں سلفہ جیکہ اس علت کا تعدد اور کثرت جائز نہیں ہے تو معلول آئیں
منعصر ہوگا اور علت اسکو لازم ہوگی اسلئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جاوے گا تو لازم کا لازم کہ
بغیر پایا جانا متحقق ہوگا حالانکہ یہ بال ہے لہذا ہا رابر قول کہ ٹھیکہ نہیں ہے کیونکہ تخلل نہیں ہے
صبر نہوا کیونکہ تخلل بابر سنیے کو وہ اگر متحقق نہ ہو تو ٹھیکہ بھی متحقق نہیں ہوگا یہی ہے کہ علت کے کسوت علت ہے
تخلل ہو کہ کیونکہ علت بابر معنی نہیں ہے کہ وہ جو وقت پایا جاوے گا تو ٹھیکہ بھی متحقق ہوگی (لہذا کہتے ہیں)
اذا وجد زید اسلئے یہ نہ لال کہ ٹھیکہ کا غیر متحقق ہونا ممکن ہے کیونکہ تخلل کا عدم جائز ہے اور نہ ہوگا۔

البتہ یہ کہ کہانے کے واسطے یعنی صحیح

لے کہ یہ کہ ایک پر یہ عبارت کہ اگر وہ نہ ہو تو سارا ہی نہیں ہوگا یہ کہ زمانہ کی نہیں اولیٰ بلکہ یہ توہوں کہ ایک کا اس
عالت کے غیر متحقق ہونے کی حالت میں معلول تحقق ہو سکتا ہو صحت
سکے اس قسم کی علت کو بھی لہذا کہتے ہیں جیساکہ خاص رکن اور تمام کی صورت کے لئے علت ہو کیا جسکے اگر یہ
خاص رکن ہو گئے تو حیثیت قائم رہے گی۔ اگر لکے قائم مقام اور نہ ہی ہو تو بابر فیہ قائم رہے گی اس صحت

الموجہ الحکیمۃ اعقوبنا بعض البشر حی واما وهذه قضیہ کاذبہ قطعاً وبلایہ
ذات النقیض المصرح قولنا لا من البشری بال فعل وهو قضیہ صادقہ لصديق
ملزم واما الثابت بقول الله عن وجہ المذکور لا مستلزم تحقق الملزم بتحقیق الا لازم
فمنه المطلقه العامۃ السالکۃ لسنو حجب موت السلیح فی الزمان الماضي خاصۃ اذ لا حجباً
لا مطلقاً فالعالم زمان دون زمان بل مقتضى وقته وایجمع والمسلمون باجمہم قالوا یوقی
معنیہ فی مبادی الساعۃ فالزم وثبت بالایاتین فی مناقض ولا منافک اعتقاداً وکون السلیح
حیاً الان واما فی الذلک الاعتقاد الصحیح الحق الصریح من دوام الحیوۃ فی الدنیا وعدم
الموت عدماً مؤبداً غیر ثابت بالایاتین فالثابت غیر محال والحال غیر ثابت وحالنا
فی الاثنین علی معنی طول العمر عیاناً لا یصح اذ حمل اللفظ علی المعنی المجازی یغیر قدرته صافراً

(وہ ہے کہ بعض آدمی دیکھتا ہے کہ ان کے ہاں سلیح کا سلیقہ نہیں ہے کوئی بشر
بالفعل زندہ مصادق ہے کہ نہ کہ اس کا ملزم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک ہی آدمیوں میں سے ایک) جو
قرآن سے ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ملزم کے تحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے پس مطلقہ
عامہ سلیح کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تین زانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ ہے علیہ السلام کی موت کو
زمانہ گذشتہ میں ملزم نہیں ہے کہ نہ کہ جس غیر کا یا یا جانا تین زانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں مستلزم
ہو تو اس کا خاص قاضی یا خاص مضارع میں تحقق ہوا ضروری نہیں ہے بلکہ یوں ضروری ہے کہ وہ
جیسے مضاف الیہ کا کسی کسی زمانہ میں جو ضروری ہے خواہ متنبال میں ہی ہو ماضی میں تو ضروری نہیں ہے
بہر نظر ہے کہ اہل اسلام سلفاً و خلفاً اسکے قائل ہیں کہ سیم علیہ السلام بعد نزول قریب قیامت کے مر گیا۔ اب یہ
قرآن کے اہل مخالف نہیں ہے کہ نہ کہ قرآن سے تو دوام الحیوۃ کی نفی ثابت ہو چکی ہے لا اعتقاد اہل اسلامیہ کا
عقیدہ ہے اسکے مافی نہیں جو زمانہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہواہ حال نہیں ہے جو محال ہے وہ ثابت نہیں ہو سکتا
دو قول آتا ہے پہلا وہ کہ سنہ طول انما بطر جائز ہے جو جواب یہی غلط ہے بلکہ نہ کہ اس لفظ کو وضعی اور
یعنی جو سنہ بیکار کے معنی میں استعمال کرتا ہے یا نہ کہ اس کا کوئی قرینہ حقیقی میں استعمال کر سکتے
لہذا ہمارا حدیث میں آیا ہے کہ یہ سب سے زیادہ عزیز ہے اور سیدہ عائشہ کا ان کے ہے وہ نہ صرف واقعہ اور
بیشک حدیث کی نیراس حدیث کا ہی طریقہ حدیث کی ثابت ہونے کے چارہم کی تحقیق ہونا اور ان کی
کہے ہیں ۱۰ مستخرج

من یوقی ومن یرد لان من یرد یحسب منہ و من یرد حرم فی من یتوئے لانه
 انصرمتہ فان من یرد الی اذل العزل لاجلہ یدلکہ الموقی والموقی متفقہ و یدلک
 الذ ایضاً کما هو معہ فالمتوفی اعم من یرد وتفسیر الشیء لنفسه والی ماھض
 انصرمتہ غیر صحیح بل غیر متصور لانه جبار عن جعل الشیء لوالحد الواجب
 المبہمة متعدد البعم فیوجہ متعددہ مختلفہ فاسکانت القسم اعتباریہ کتقسیم
 کل ماھیتہ لخاصہ و افرادھا لاعتباریہ یکون التقید بماھا حلاً و غیرہا ماھا
 دون الخلفان والمعتوات والیقوت غیر داخلہ اصلاً و فی ذلک کما

اور میں ہر اور اپنے جو شخص ارزل العزیز پر پناہ یا جاتا ہے) کے ظاہر سے کی طرف لحاظ کر کے یہ
 تقسیم درست نہیں ہے۔ بدیہ ہے کہ جو ارزل العزیز طرف مروود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے جنس و
 من یوقی میں داخل ہے کیونکہ وہ خاص اور عام ہے۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ جو ارزل العزیز پر پناہ
 اسکو بھی موت لاحق ہوتی ہے۔ اور موت اسکو بغیر ہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ بیات الہییت
 سے ثابت ہے کہ یس متوفی جب کہ من یرد سے عام ہو تو یہ تقسیم اسواسطے درست نہیں ہے کہ کیا
 چکر کرے آپ اور انص پر بانٹنا ہے یا حالانکہ تقسیم حسب ہی درست ہوتی ہے کہ اقسام تقسیم سے
 معارضت رکھتے ہوں نہ کہ ایک قسم میں تقسیم ہوا اور دوسرے غیر ملکی ایسی تقسیم متصور ہی نہیں ہے۔ بلکہ
 تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اسکے کہ میں خصوصیت اور عموم کا لحاظ کریں یا کیا اسکو مفاد
 قیدیں لگائی جائیں۔ چنانچہ اگر تقسیم عام ہے تو مفاد الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت
 میں تقسیم داخل ہوگی۔ معنوں سے خارج جیسے مطلق سیاسی کو جب پتہ کی یا گھوڑے کی
 یا حبشی کی سیاسی کی طرف تقسیم کریں یا تقسیم واقعی ہوگی۔ لیکن یہ تب ہوگی اگر ماہیت نہ

سے۔ مثلاً کل اور لفظ کرم بلا خاص خصوص اور عام سے کہ چھوٹے مرتبہ لائبریری سے کہتے ہیں کیا ایک
 یہ قید لگا دیں کہ اپنے پیچھے پر بلاستقلال ولایت کرے اور کوئی نام اس سے مفہوم نہ ہو۔ تو یہ لفظ
 کہتا ہے۔ اگر اپنے پیچھے پر بلاستقلال ولایت نہ کرے تو کوئی نام نہ ہی مفہوم نہ ہو۔ تو یہ لفظ کہتا ہے
 ہے بلکہ انقیاس اور ایک قید لگائی ہے وہ حرف کہلا کر ماہ و دیگر کو لکھتے ہیں اور یہ کہ اسکو قسم ایک مگر تقسیم
 قیود لگانے سے حالہ جو سے ۱۱ صحت جسم

والله وجميعه اجمعين. واستدل ايضا بقوله تعالى ومنكم من يتوسط بيننا وبينكم ومنهم من لم ينلنا الا بالبعث والبعث منكم من يريد الى ازل العرلى لكيلا يعلم بعد علمه شيئا وتذنبه اهل هذا التفسير حاصره جميع افراد البشر كصور الزوج والفرق لجميع افراد العرلى بحيث لا يتصور ومنه التوفى والرد الى ازل العرلى فرج من البشر ولا يتخلو فرج من كلهم كما لا يتصور الزوج والفرق في عدد ولا يتخلو العدد من كلهم ما لا يقتضيه من فصل حقيقة فاذ لم يمت السيد ولم يعرفه ازل العرلى من ارتفاع كلا جنس الحقيقة حقيقة واعدا يمكنه في هذا الحال انما لم يمت وفرج عد من موتته فيكون رادلا في نفسه وهو موت السيد فذلك هو المطلوب فكيف اذن يمكن التفسير في ظاهره هو

اگلی آل میں جا چکے ناموس۔ کاروباری اپنے دام کے نامیت کر کے لے کر پھر لڑی واپس پیش کرنے
پس کہ خود کو تو ظالمی افراد نہ کہ بعض نہیں اس سے اسے بھی آدم لیسے نہیں کہ وہ انسانی عالم پر بھی
پہلے ہی اسے قاتلے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے ہمارے ان کے اکثر کسم پوچھا ہے یہ بہت
نات ہے ایسا کہ وہ سیکھ سیکھ کے کہ قبول ہے وہ دیکھتا ہے کہ ان کے ہمارے اس پر
کہ عیض حقیقت اور طاقی وہ کے افراد کو صاحب ہے یہ ہے وہاں ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے
انسان کو صاحب ہے جس کے کہ اس کے ان کے حقیقت و طاقی ہے یہ ہے وہاں ان کے ان کے ان کے ان کے
ہوتے ہیں۔ ویسی ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو ظالمی ہوتے ہیں ان کے ان کے ان کے ان کے
یا جو اس کے ہیں۔ پس یہ کہ ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے
ہیں اور نہ ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے
لازم آگیا کہ ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے
کرنے سے لازم آتا کہ وہ مفروض بھی محال ہے جب زندگی محال ہوئی تو اس کے ان کے ان کے ان کے
منزنا ثابت ہوئی۔ یہی قصور تھا۔ ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے ان کے

وید و حقیقتاً المتوفی مطلقاً المتلازم للانسان باین قسمیه کما یدل علی حیوان
 المنقسم الی قسمیه من الناطق و غیر الناطق فعل التفسیر و مورد القسمۃ هُوَ
 المتوفی مطلقاً و القسمان الذان ینقسم الیهما هیا المتوفی المعروف بالرد و المتوفی
 الذی لیس كذلك فہذا التفسیر صحیح و خاص و یحصر المتوفی المطلق الازم یتحصر
 الانسان الملزوم و لا ینتم الثانی بین القول بعدم مضمی موت المسیح علیہ السلام
 و ینفذ الیک الحصر کما فی القول بوقوع موته فی الاقی لصلۃ فی الحصر و ہو علیہ السلام
 داخل فی الشئ الاول من الحصر و لیس من لوازم دخولہ فیہ مضمی موته البتہ
 فان المتوفی الاول مذکور بصیغۃ المضارع و من صیغۃ الماضي و لعل المستل
 الکائد اشتد علیہ لفظ یتوفی المضارع الجہول بصیغۃ توفی الماضي الجہول یقتضی
 بما تفرق و لم یأت بضمی معقول نعم انما ینزل البطل الحصر لوقوع تباہید حیوۃ حیوان
 فی الدنیا فیندلی لا ترفع کلا التفتین و لو جازم آخر من الانسان الجہول فیہ التوفی
 جسکو روکی حالت عارض نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ ہے کہ جسکو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔ البتہ اس
 طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔ اب جب طرح کہ حیوان محل تقسیم ہے۔ حیوان ناطق۔ حیوان
 نامہن۔ اسکے دو قسم ہیں ویسے ہی مطلق متوفی محل تقسیم ہے اور متوفی جسمیں روکی حالت کا عارض
 ہونا متغیر ہے۔ اور متوفی کہ جسمیں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے۔ اسکے دو قسم ہونگے مطلق
 متوفی کے جو لازم ہے۔ محصور ہونے سے انسان کا جو لازم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا ہی بات کہ
 مسیح علیہ السلام کا اگر زمانہ ماضی میں نہ رہتا ہی مانا جائے تو یہ اس حقیقت سے متنافی ہے۔ سو یہ غلط
 ہے کہ کونسی علیہ السلام پہلی شق (یعنی متوفی سوا اسکے کہ اسکو روکی حالت عارض نہ ہو) میں داخل
 ہے۔ پس صحیح کہ زمانہ ماضی میں نہ رہتا ماضی میں تھا نہیں ہے۔ اسلئے کہ متوفی کے واسطے تاکافی
 ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مر جائیں جس کے لازم ہے کہ وہ نہیں ہے۔ کہ زمانہ ماضی میں مر گئے
 ہوں کیا دیکھتے نہیں کہ شق اول بھینچہ مضارع جہول آیت میں بیان کیا کہ یہ ہے نہ متوفی ماضی میں
 شاید کا حادی مضارع ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اب یہ واسطے یہ یکے پیال میں آیا کہ مالہ بیک
 اگر مسیح علیہ السلام کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جائے تو یہ حصر۔ متنافی ہوا وہ یہ ہے۔ کہ پر

احکامات حقیقیہ خاما بالمقومات الحصلۃ والقبول المتعارفین القیوم
 داخلۃ والمعنونات وان بالعارض المخصوصۃ فالقیوم داخلۃ والمعنونات وان
 المعنونات وظاہرات الانسان لم یکن منقسمۃ الى المتوفی والامن یرد کما ان
 انقسامہ بلہذہن القیوم انقسام الشی بالعارض المخصوصۃ المیزۃ لبلدہ خزیم
 وصہی المتوفی والرد عن الانسان والتمیز لقسما انما یحصل بوصف یخص بذاک القسم
 ولا یوجد فی قسمیہ المتوفی لیس کذاک للتحقق فیما زعم المسند لقیوم المتوفی
 ایضا فاذا انتفی الاختصاص والتمیز انتفی التفسیر وان تاملت حق التامل تاملت
 بالتفسیر بین من یتوفی من غیر ان تعرفہ حالہ الرمد وین من یتوفی مع عرفہا
 حصول کے ساتھ تقسیم کریں۔ مگر اس صورت میں فصل کی قیوم معنوں میں داخل ہوگی جیسے جبران
 کو داخل یا ناہق سے مفید کریں۔ قید مع مفید پر انسانیہ یا حمارۃ کا حکم لگاویں یا اگر اسیت
 کو عوارض سے مفید کر کے تقسیم کریں۔ قید کو معنوں میں داخل نہیں۔ چنانچہ لکھنے والا
 انسان غیر کاتب انسان۔ پس صورت اولیٰ میں حیوان انسان۔ حمار کہلائے گا۔ دوسری
 صورت میں ذرا اور عذر کہلائے گا۔ تہی تقسیم ہے۔ جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان
 کو اگر متوفی میں بر دیکر طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہوگی جو اکثر قسم
 اور خاص بننے والے ہیں کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے۔ پس چونکہ
 قوفی اور روبہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔ لیکن تقسیم میں جو چیز
 ضروری ہے کہ اقسام انہیں غیر مرتب رکھتے ہوں اور ہر ایک جب ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا
 وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو حالانکہ قوفی ایسا نہیں ہے۔ اسم اسطیکہ یہ وصف ان میں
 میں پہنچتی متحقق ہوتا ہے۔ پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت ہی کیا تمیز
 دے سکتا ہے۔ لہذا کا وہابی نے جسکو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے۔ ہاں بلاشبہ اگر
 مطابق من یتوفی کو لیکر یہ دو قسم ادا لیں تو سمجھ ہے چنانچہ کہیں کہ ایک من یتوفی وہ ہے کہ

لے معنوں میں داخل ہونے کے ہی سے ہیں ۱۲ صحت جم

زعمہ بالخصوصات متہا حدیث المراج الدال علی ملاقات نبینا صلی اللہ علیہ
وعلیہ وسلم ابنہ الخ لہ یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام فی السماء الثانیۃ وسیفیانہ لہ یزید
میلہما لاجتمع عیسیٰ مع الاموات من النبیین فی مقدار اربعہ ايام اقول ان هذا الاستدلال
مما یضحک علیہ لیلہ والصبیان فانہ لو کان الاجتماع معہم لیستلزم موت من یخلف
مہم لزم کون نبینا صلی اللہ علیہ وسلم نبینا حین اجتماعہم وہل هذا الاخط
او یحییٰ ولو ادعی طول اجتماعہما وکون الاجتماع الکائن ذاعیا لا یحتاج بہما
فی وصف الموت وان هذا النوع من الاجتماع لہو یوجد لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم
مع ارواح النبیین فلا یلزم کونہ متخلص بخلاف عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام
فانہما معًا مستقران فی تلك السماء فیلزم ان تكون حال احدهما حال الآخر فاما
منعنا المقدم متین من کون السماء الثانیۃ مقرا لکلیہما ومن کونہ لہذا النوع من الاجتماع
عیالہ لا یحتاج حاکم الجمعین وسمی المنع الاول انہ لا ینبغی ملاقات رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مع نبی اللہ یحییٰ کون یحییٰ علیہ السلام مستقرام فیما فی تلك السماء
بل یحییٰ ان تكون ملاقاتہما کما قالہ مع جمیع الانبیاء فی الاقصی بان یکون مقدر

دعا کے لئے حدیث میں پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں جو ہے کہ رسول کریم صلی
لہ علیہ وسلم آسمان پر بھیجے گا علیہما السلام سے ملاقات کی تہنیت الاستدلال اگر مسیح علیہ
السلام سے نہ ہوتے تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اموات میں نزل ہیں کیوں جمع ہوتے لکھا
کہ قول بالکل بچر ہے کیا اگر اموات کے ساتھ جمع ہونا ضروری ہے نہ ہو تو یہ بھی چاہتا ہوں
کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اموات کی حالت میں اس کے ساتھ جمع ہوتے تھے تو وہ بھی اس حالت میں نہ ہوتا
تھی۔ آپ کو کیا مکر میں ہوا تھا۔ نہ یہ دانش۔ شاید کادانیوں میں بھی کہیں کہ مدت دراز تک میت کے
ساتھ جمع ہونا یا سکھانا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں میت ہونا سو یہ بھی غلط ہے۔ اولاً کہ جائز ہے یحییٰ
السلام کا درسا آسمان مقرر ہو سکے۔ مقرر وقت میں انکو دروس کے ساتھ تہنیت تقرر ہو چکا ہو گیا تھا۔
جس کا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام سے سجدہ تھے میں یا آسمان پر نواہر ارام منتقل
تھے یا بعد اجماع وجمع ہوا۔ ملاقات ہوئی تھی حالانکہ ان کے ارواح

وكان محالاً لأن يورج عليه بانه اما ان يوجد في ذلك القسم الخارج من القسمين
الذي فرض مؤيدك ومخالفاً لطلاق التوفى وهذا مع كونه يدعي الاستصحاب في
ابدية الحيوة والتوفى يقضي ابطال الحصر لوجود المقسم بدون ما انقسم اليه
من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع مولده وارتفاع ما
فيه وهذا يفرض الى القول بعدم لزوم التوفى للانسان وذلك باطل بدليل قوله
قال في كل نفس ذات المقدار الموت واما الى القول بجواز حصر الالاف في شيء بدون
حصر الملزوم في ذلك الشيء وهو ايضاً باطل للزوم انعكاس الالاف عن الملزوم
وهذه المحالات انما هي لازمة على القول بتأيد حيوة عليه السلام فيكون باللا
ولا يلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته في المستقبل وبينهما بون بعيد وجد
ذلك الكائن هذه الاستدلال من الاستدلال بالعلوم انتم استدلال على

تقسيم قسمي قسم الانسان كقسمين مطلقاً توفى فيهما تامة ليس برأي تقديرية اعتراض وارو
هو انقسم قسمي قسم الانسان بين مطلق توفى فيهما تامة ياد- اگر بایا جائے تو یہ باطل ہے۔
کیونکہ ابیہیت ایک توفی و موت ہے۔ دوم اس صورت میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے
اس صورت میں قسم کا ان دو قسموں کے بغیر چکی طرف اسکو تقسیم کی گئی تھی، موجود ہونا
لازم اوسے گا۔ اگر انسان ہر مطلق توفی تحقیق نہیں ہے۔ اس سبب سے کہ اس پر اس مطلق کا
محل جنہیں تخصیص تھا پائے نہیں جاتے، تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم ہوگا۔ یا یہ کہ
توفی انسان کو لازم نہیں حالانکہ یہ باطل ہے اسلئے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک نفس موت
کا مزدور ہوگا۔ یا لازم آوے گا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں مختص ہو اور ملزوم میں مختص نہ ہو۔ یہی
محال ہے کیونکہ اس صورت میں لازمی امر کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔
ایک چونکہ سبب محالات اس صورت پر قائم ہوتے ہیں کہ سبب علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ نہ ہونا بلکہ
جاء سے کہ یہ بھی باطل ہے لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ سبب علیہ السلام کے لئے طول بقا مستقبل
میں امر قائم نہ ہو لیں گے قائم نہیں ہوتے۔ ایک کا دینی عبارت کے عموم سے مستدلال
کہ تھے۔ اپنے

فلم يلزم المتحدور وهذا وضع انه لا يلزم من اجتماع المسبب ونجيب في السماكون كليهما
 مقيد فيجب اخضلا عن كونهما مشارا كين في وصف الموت كما زعمه وسنالمع الثاني
 ظاهر فان اتحاد المكان ولو على سبيل الفراق لا يستلزم اتحاد المتكلمين في الاوصاف
 كما جازت على ان يظهر لك حقيقة ما قلنا ومن ذلك ان الخاص على حسب زعمه قوله تعالى
 متوفيك وقوله عز وجل قلما تقر فيتي وما هذا في الحقيقة لا متوهم لما اطل واجهام
 بحيلة الناس وايضا علم في الضلالة والحيرة واذا اخذنا هذين القولين ^{التي} ^{يكون} ^{يكون}
 على من عومر اذا التفتي عبارة عن اخذ الشيء وايضا ومادة الوفاء ومن الاصول المقررة
 والقواعد المسلمة ان اصل الماخذ بمفهومه محدد في جميع تصاريفه واذا اختلفت الصيغ
 والاغواب واعتباره فيها اعتبارا احسن في اللفظ العلم فان معناه حصول
 صورية الشيء عند العقل والاضافة بين العالم والمعلوم او نسبت ذات احاطة كذا ابتدأ
 لهذا في محال عائد بنسب هو مكانا اس من كوني واضح هو كيانك كسبح على السلام او بحسب على السلام
 كسبحه ورسر آسمان پر متبع ہوئے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دوم پر مقیم ہونا ضروری نہیں
 ہے پہر یہ کہ لازم آتا ہے کہ جیسے کسی علیہ السلام سے تھو ویسے ہی نبی علیہ السلام ہی ہونے چاہیں
 تاہذا گورد شخص ایک ہی مکان میں وہی طور پر مقیم ہی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا پہر وصف
 میں یکساں ہونا لازمی ہے ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے ہر گاہ برائی اپنے گمان خاص سے اس آیت کو
 اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت (المتوفین) اور دوسری آیت (الضالین) میں ضال
 فرما ہے کہ کا توجہ میں تیرا متوفی ہوں جبکہ تیرے محب کو توفی دی۔ لیکن در اصل یہ تضلل محض ملغ ہے۔ یہاں
 کو درلہ تضلل میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ خیر بہر حال ہم اس کی تردید کریں گے۔ وہ یوں ہے کہ
 توفی کا معنی لفظ کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ
 لیا گیا ہے اور اس کو مادہ بھی کہتے ہیں) دعا ہے۔ قاعدہ فقہیہ مسلمہ ہے کہ مادہ کا معنی ماخوذ سے تمام
 گردا گرد میں ہونا ہے۔ گو ان کی ہوتیں اور صفتیں مختلف ہوں۔ مادہ کا معنی ماخوذ میں اسطرح پر داخل ہونا ہے۔
 جیسے کہ دراصل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو و علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی عند العقل شے کی صورت کا حاصل
 ہوتا۔ یا عالم و معلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک شرافت الی وغیرہ۔ یا

تقدی الاثر کے مالہ سے لیا گیا ہے۔ صورتہ الاصلیہ لہذا حد فقہیہما الترتیب من جزئین وقت
المشتقات من الماخوذ منه اعلیٰ صیغۃ الماضي ایضاً مثلاً فقیر الترتیب من اذیہ اجزاء
اثبات منہما الجزاء ان اللذان تضمنہما الاحاد من مفہوم المصدرا المجرود ومن خصوص
مقتضی الباب والاخر ازہمۃ النسبتان المذكورتان ففي الترتیب فکونہ ماخرۃً من
اخرہما احتواء علی الفاء باعتبار کونہ ماخرۃ لہ وعلی الاخذ باعتبار خصوص الباب فی
ما اختلف من الترتیب من الصیغۃ الدالۃ علی ان کتوبت مثلاً اختلف علی اربعۃ اجزاء
ومن الصیغۃ الغیر الدالۃ علی انما کصیغۃ المتوفی الظاہ علی ثلثۃ اجزاء لعدم شتاقہا
علی الزمان فاحاطۃ کل صیغۃ منہا بالصیغۃ المشتقۃ علی مفہوم اصلہا اخذ سواکما
ترکیب معناہا من تلك الاجزاء ترکیباً حقیقیاً کما هو المشہور لوت ترکیباً تعلیلیاً کما هو الحق

یہاں باب افعال کا متفقہ جس لئے یہ شمدی ہوا (حالانکہ اسے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔
لہذا ہمیں دو جزئیں تحقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے۔ اعلیٰ صیغۃ ماضی معلوم متوجہ ہے۔ اس لئے
اس میں چار چیزیں ہیں ایک علم جو مصدر ہے۔ دوم باب افعال کا متفقہ جو فاعل کی طرف نسبت۔ چہارم
زمان۔ جیسے یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ توفی کے معنی میں فاعل ہے کیونکہ وہ فاعل ہوا تو
ہے نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب فاعل کا متفقہ جواخذ (یعنی لے لینا) ہے اس میں متوجہ ہے۔ پس
جو الفاظ توفی سے ماخوذ ہیں بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہونگے
جیسا کہ توفیت (پورا لے لیا یعنی) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں انکی تین چیزیں ہونگی
دیکھو متوجہ۔ اس لئے کہ اس میں زمانہ متوجہ نہیں ہے مختصراً کہ جو جو چیز کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ یا
یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری۔
ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اگر اس ترکیب کو تعلیلی کہیں گے حق بھی یہی ہے۔ تو شمول کا اثر

اسے شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ظہوری ہے۔ سوا سکا جواب یہ ہے کہ ظہوری اس
موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہونہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت الیٰ شوقیہ میں جو توفی ہے اس میں زمانہ
متوجہ ہے کہ چونکہ یہ ہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفی کا ف خطاب کی مضاف ہے۔ اور کاف مؤخر
مجرب ہے نہ کہ متوفی کا مفعول ہے ۱۲ مترجم

الصورتہ الحاصلة والکائنات الادراکیۃ او تحصل صورتہ الشئ علی حسب تنوع اراکھم
 ولهذا المعنی یكون داخلًا فی معانی جمیع ما اخذ من لفظ العلم سواء کان ذلک الماخوذ
 من تصویفات الجہد او المزیید فان علمه مثلاً یصیفة الماخوذ المعلوم معناه ان حصل لفظ
 صورتہ الشئ المعلوم فی الزمان الماخوذ هذا علی الاصل طالع الاول او حصلت لکلاضافة
 بدنیہ وبنی ماعلم وهذا علی التفسیر الثانی وقصر علی مثلنا کبریا فی الاصل طالع ثانیاً
 مفہوم علم الماخوذ علی مفہوم المصدرو نسبتہ الی الفاعل والزمان یکون مفہومہ کلاً
 ومفہومہ المصدرو جزءاً اخصیہ التركیب من ثلثة اجزاء وکون النسبۃ الی الفاعل والزمان
 جزءاً عامیہ فی جمیع ما اشتق من المصل الجہد او اشتق من الماخوذ من ذلک الجہد من
 الاعمال کلا لیزم ان یکون کل ما اشتق من ذلک الجہد او ما اخذ منه واشتق من الماخوذ
 منه سواء کان فعلاً او غیره کذلک فان من مشتقات العلم العالم والنسبۃ الی الزمان
 لا یفید فیہ ومن الماخوذ منه الاعلام وکلنا السببتین لانتوجیان فیہ لاشیۃ الفاعل
 ولا نسبۃ الزمان بل فیہ مفہوم الاصل الجہد وما اقتضاه خصوص هذا الباب کذلک انک
 خود صورت حاصل یا دانش ہے یا نہ کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ اگر کسی شخص سے اسکو لو وہ ضرور اسے
 ناخود میں پایا جاوے گا وہ ناخود ابواب مجرہ سے ہو یا مزیدہ سے مثلاً علیہ (جان بیا آنے) یعنی معلوم
 کے ساتھ اسکا سننے پہلے معلوم کے مطابق یہ ہے کہ کفالت نے فطانی خبر کی صورت زمانہ گذشتہ میں اپنی
 تعلیم حاضری دوسری مطلق کے مطابق ثلثانے کو اپنے آپکے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت معلوم
 معلوم حاصل ہو گئی ہے ہی طرح پارہ وضعیں کی کوتاہر ایک میں ہی پائیے جو ہم بیان کرتے ہیں پس ہم کہہ
 علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے اپنے مصدر اور اخذ یہ بھی شامل ہوا تو ہمیں تین چیزوں سے ترکیب ہو گئی
 ایک مصدر دوم زمانہ سوم عامل کی طرف نسبت کی گئی ہے خیال کرنا چاہئے کہ یہ دو چیزیں "ایک نسبت دوم
 زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرہ سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرہ سے لیا گیا ہے ناخود ہو" متحقق ہوتے
 الیہ ضرور نہیں کہ ہر ایک ناخود میں پایا جائے نہیں بلکہ فعال میں غیر میں دیکھو علم سے عالم ناخود ہر گز نہیں
 فاعل کی طرف نسبت ہے اور زمانہ کی جانب ہاں اتنا تو ہے کہ اسکا ناخود یعنی علم میں موجود ہو یا ایسا ہی علم
 دیکھنا) جو اس میں علم سے ناخود ہو ہمیشہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور زمانہ کی جانب ہاں اسکا ناخود ہمیشہ موجود ہو

والثانی بدحول جزء المشتق في المشتق فان وضع المشتقات ووضعت نوعا اقال
 نحل لفظا على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فانما الیکن بدحوال
 معن حقیقی حال کونہ وکیا من تحقیق کل جزء من اجزائہ ویکون قسرا نفعاً و تحقیق العین
 المجازی انتفاعاً واحداً من تلك الاجزاء لانه كما ينبغي الكل بان نفعاً جميع الاجزاء ينبغي
 منها وذلك ظاهر وهذا التحقيق يدل دلالة واضحة مبنية على ان المتعدي هو الاخذ
 بالوفاء والتمام وذلك معناه الحقيقي لتحقيق جميع ما لا بد منه للمعنى الحقيقي بهذا اللفظ
 مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الى الفاعل فتقول تعال خطا يا عيسى بن مريم علي السلام
 يعيسى اتي متعديك ورافعك يكون معناه على التحقيق ان يا عيسى اتي اخذك بالكمال
 وبالتمام وكذا الما دفي قوله تعالی حکایت عنده فلما تو فیکون كنت انت الرقيب عليهم هو الذي اخذنا

دوسرے کی مثال مشتق کی جزو کا اسمیں داخل ہونا کہ یہ نہ دخول پر مبنی نوعی ہے چنانچہ کہا جاتا
 ہے کہ لفظ جرم مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی
 جب کہ کہہ ہو و تا وقتیکہ کہہ تمام اجزاء تحقیق نہ ہوں حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اس کے مرتفع
 ہو جائے۔ مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا بھی تم تھا کافی ہے۔ کیونکہ کل کا انہما جیسے کہ تمام اجزاء
 کے متعدي اور معدوم ہو جانے سے ہو جائے اور ہے۔ ویسے ہی کہنا انتفا کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے
 سے ہوتا ہے۔ اب ویکو کہ یہ تحقیق سابق وضع طور پر اس پر دلالت کرتی ہے کہ متعدي والا
 پورے سے طور پر لینے والا ہے۔ لا غیر۔ یعنی متعدي کا حقیقی معنی ہے کہوں نہ ہو کہ جس کی تحقیق
 کو ضرورت ہے وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک و تمام دوم سے لینا یہ ہر فاعل کی طرف نسبت ہے۔

پس آیت (یعسی اتي متعديک) جس کا مفہوم یہ ہے کہ اسے عیسے میرا تیرا
 متعدي اور اپنی طرف تیرا لیا جائے والا ہوں۔ اگر اسے معنی میں سمجھو
 پورے سے طور پر لینے والا ہوں۔ ایسا ہی آیت فَلَمَّا تَقَفِیْ
 النہر سے بھی پورا اور تمام کا لینا مراد ہے
 لیکن یہ سمجھ لیں السلام پر جو پورا اور
 تمام متعدي ہونا

الوضع وضعاً لشيء أو وضعاً نوعياً فإن استعمل اللفظ في الموضع الموضوع له الشخصي أو النوعي كان حقيقةً ولا كان مجازاً والمشتقات لتلك هي من مآدٍ وهيئة صورية متينة أو لها بالوضع الشخصي وثانيتها بالوضع النوعي تكون خلافها على معنى أصل المبدأ بما قد جاء بالوضع الشخصي وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعي وكوئها مركبة تجزئه الصفة لا بد أن يكونها حقيقة من تحقق لا الوضعين ولا كيفية في كونها حقيقة تحقق أحدهما فقط بخلاف مجازيتها فإنها تصور بانحاء ثلثة بانقضاء الوضع الشخصي فقط كجائز التاطق في معنى الدال به في لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصي عن معناه الحقيقية المعنى الدلالة وبانقضاء الوضع النوعي فقط كما طلاق لفظ الفاعل على المقولة مع فعلها أصل المعنى المصدر وبانقضاء كليهما كما هو اللفظ الناطق وإريد به المدلول فلفظ متعين لك واللفظ نوعي متين

نوعي هو كما يأتي شخصي به حال لفظ كوجب أن دون من كسي وضعي بمعنى غير احتمال كبري كس. قوله حقيقي احتمال هو كما ورد مجازاً هو كما يترشحقات جارية مآدٍ دورية تركيبيته كبري كس من مآدٍ فهم شخصي موضوع ہے۔ دور موضوع نوعي تركيبي ليس تركيبي كس بما يتبادر أو موضوع شخصي أو معنى تركيبي موضوع نوعي دال ہیں بلعجب اسطرز پر ہوئے تو احتمال اسبق حقیقی اسبق ورت میں ہوگا کہ دوا وضع تحقق ہیں نہ صرف ایک ہی تحقق ہو تو یہ بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین صورتوں میں پایا جاسکتا ہے۔ ایک جبکہ وضع شخصي نہ ہے۔ دیکھو ناطق اسکے بند کا موضوع اور اصل موضوع شخصي اور اک کلیات و جزئیات ہر جب اس دال مراد لینگو تیرہ احتمال مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعي کو اٹھا دیں۔ دیکھو تاکہ جب کہ اس سے مفقودہ مقصود ہو اگر وہیں قول جو اس کا مصدر ہے اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اسکے کہ اس وضع نوعي منتفی ہوا ہے مجازی ہوگا۔ اگر دونوں کو اٹھا دیں نیز مجازی ہوگا۔ دیکھو ناطق سے یہ حال تیس مدلول مراد لینگو۔ کیونکہ ناطق مدلول کے لئے نہ تو وضع نوعي اور نہ وضع شخصي موضوع ہے اس لئے منتقصر ہے کہ لفظ متوکیلہ نوعیتی

لہذا کہ جو متوکیلہ نوعي ہو اس کا اصل مآدٍ دال ہے اور یہ لفظ ثلاث معنی پر وضع شخصي دال ہے۔ یہی ہیئت وجود کے تین بجائے پیدا ہوگا کہ وہ نہ منکر برب وضع نوعي دال ہے منکر الیکس لفظ جو متوکیلہ کے وزن پر وضع نوعي ہے جو مدلول ہوگا ایک خدا مدلول ایک انسان دوم نہایت الفاعل۔ ظاہر ہے کہ متوکیلہ کا بھی جو مدلول ہے متوکیلہ

تقسیم اللفظ الى الحقيقة والحجاز لعدم امکان وجود الحجاز على هذا التقدير وإنما
 أنه علينا أن نلفظ التوفيق حيث وقع في القرآن بمعنى الامانة فالتمازيع مع القرينة لا بد
 فان حمل التوفيق على الموت في قوله تعالى نعم يتوفى الموت بقرينة اسناده الى الموت
 وفي قوله عز وجل قل يتوفىكم ملك الموت الذي وكل بكم وفي ان الذين قتلهم الملائكة
 ظالمين انفسهم وفي يتوفىهم الملائكة ظالمين انفسهم وفي تتوفىهم الملائكة ظالمين
 انفسهم وفي تتوفىهم الملائكة ظالمين انفسهم وفي تتوفىهم الملائكة ظالمين انفسهم
 الملائكة يضرعون وجوههم اسناده الى الملك المتوكل في الاول وفي الباقية من اقواله
 الشرعية اسناده الى الملائكة القابضة للارواح قرينة صارفة وفي قوله تعالى وفوقنا
 الابرار سوال المعبود لا يبرار وفي قوله عز وجل تتوفى انفسهم سوال حسن الخلق في قرينة

بنابر اسناد پر ہے تو حجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں کبیر ہی توفی کا
 لفظ طاق ہے نہ موت میں متحمل نہیں کیا گیا ہے۔ ثبوت طلب ہے لیکن ثبوت تو موجود ہے۔ دیکھو یہ آیت
 (توفی المائت) میں دہ مرتبہ میں لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ توفی کو موت کی
 طرف اشارہ کی گئی ہے نیز اور بھی آیتیں ہیں کہ جن میں توفی سے موت ہی مراد ہے۔ اگر کہیں
 موت کا قرینہ موجود ہے (دیکھو یہ فکرم الموت۔ ان الذین توفیہم الملائكة يتوفىهم الملائكة يتوفىهم الملائكة
 طینیں۔ توفیہم رسلنا۔ رسلنا توفیہم۔ توفی فی الذین کفر الملائكة تکلیف ذات توفیہم الملائكة یعنی توفیہم الملائكة
 موت کا مراد چاہا گیا وہ لوگ کہ ملائکہ موت سے انکو موت کا مراد چکھا یا۔ موت کا واقعہ کو ملائکہ موت چکھا یا۔
 انکو ملائکہ موت پانے کی کیا آیتیں ہیں کہ انکو دیکھا گیا۔ ہمارے رسلنا وہ تو انکو دیکھا یا۔ ہمارے رسلنا وہ تو انکو دیکھا یا۔
 کا فوس کہ ملائکہ موت میں کہ کیا ہوگا جو موت کہ کو ملائکہ موت دیکھا یا۔ انکو دیکھا یا۔ انکو دیکھا یا۔ انکو دیکھا یا۔
 نہیں لیکن دیکھو قرآن پہلی آیت میں کہ اس میں کہ طیف توفی نہ ہو اور ہی قرینہ ہے اور یا قبول آیت میں
 ارجح قرینہ طیف توفی نہ ہو ہے۔ اور ہی قرینہ موت ہے۔ ایسا ہی اہل بیت میں (توفیہم
 الابرار) جسکا معنی ہے کہ کھار دیکھوں کے نہ میں داخل کر۔ نہیں ابراہیم علیہ السلام کی تھا قرینہ موت ہے۔
 آیت (توفیہم المائت) کو اسے خدا در تھامے ہو کہ سلام پرانے میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔

ان حمل علیہ الخد بالتمام الذی لا یكون الا برفع الروح والجسد ینکون حقیقة الحق من ادل الحقیقة من ادل الوجودین وان حمل علیہ لم یندرج فیه معنی الاخذ بالتمام سبل وجہ عند ان ینکون عدم مقید للاخذ وان یرسل الاخذ ولم یتعبر معه فیدل التمام وحمل فیه التمام اوله یوجد ینکون محاذ الصرف عن معناه الموضوع لیا للوضع الشخصی من المقررات والمسلات ان المصیر الی الحجاز بلا قتیة صار فتره غیر محاذ فعیان المصیر الی الحجاز علی الحقیقة ودعوی تبادر التقفیة معنی الامانة وجعل التبادر قریة تکون حقیقة ولی الامانة غیر مسلم لان لول یرید تبادره فهدا المعنی التبادر مع عدم القریة فذلک اول النزاع ولم یوجد القرآن فی موضع من موارد هذا اللفظ استعماله لفظ المعنی غیر قریة وان ارید به التبادر مع القریة فذلک مسلم ولكن علامة الحقیقة هی تبادر مع العراء عن القریة لا مع انضمامها ولا ینکون کل محاذ مستعمل حقیقة فلم یجد انکو معنی یرحمول کریں گے۔ کونسا معنی انے وار لیں گے۔ اگر چہ یہ طور پر لے لیتا مارا ہے تو یہ روح وحید و دونوں کے اشعارے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا لیکن یہ تعال حقیقی ہوگا کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور فوری پر ہے سو وہ پایا گیا ہے۔ اگر نہیں فہم کو مار دیکھینگا اور تائیت کی قید پر دیکھینگا خواہ یوں کہ اندک کے لئے تائیت کا عدم قید ہے یا بھل طور پر لینگے پیچھے اسکے ساتھ تائیت کی قید لگی ہو یا نہ تو ان صدقوں میں سے مستعمال مجازی ہوگا۔ اسلئے ان تقدیر و تہذیب لفظ کا موضوع نہ وضع شخصی سے نہ مانا متعلق ہوگا لیکن یہ بات مسلمت ہے کہ حقیقی معنی کو قریہ صادر ہے کہ بغیر چھوڑ کر مجازی کو اختیار کرنا ناجائز ہے۔ اور قریہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔ یہاں لفظ حقیقی معنی ہی لیا یا ہے سے گاہاں یہ جو تم کہتے ہو متدنی سے مار تائی سیم لفظ ہم ہے۔ بیلع لفظ ہر نامی قریہ ہے۔ نیز مسلم نہیں ہے اس لئے کہ ہاؤ کو کہے کہ تو قی سے بلا قریہ ارادہ نا متبادر ہے سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی تو نے اور تو نے کا لفظ نہ مارنے میں بلا قریہ مستعمل نہیں ہوا ہے۔ یا کہہ گئے کہ نہیں تو نے اور تو نے سے مراد۔ مارنا بلا قریہ متبادر ہے۔ البتہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشان دہی تو یہ ہے۔ کہ وہ بلا قریہ ہی مستعمال ہو جو نہ بلا قریہ وہ سب محاذات حقیقی ہی بن جائینگے لہذا لفظ کی تقسیم حقیقت و مجاز کی طرف مجمع دہو گی کیونکہ

والا نامتہ کلنا ہما رجحان لا بطریق الجمع بین الحقیقۃ والخیال لثباتہ من امتناعہ
 الاصول ولا فی شئ من الاماتۃ والاماتۃ معنی حقیقۃ اللفظ التوفیق فیہ بلیم ذلک
 من اجتماع مع الآخر ولا بطریق عموم الخیار کما فی قول القائل لا یضع قدمہ فی دار ولا
 فانہ یجبت سواء دخل من غیر وضع القدم کما اذا دخل داکذا ومع الوجہ کما اذا دخل ماسنیا
 معافیا وسواء دخل فی الدار المملوکہ فلان والدار المستعارة والمسئاجۃ لقل لا یخصص
 هذا القول بمعناہ الحقیقۃ حتی ینحصر حشہ فی الدخول حافیا فی الدخول فی الدار المملوکہ
 فلان ولا بالمعنی الخیالی حتی یشعر حشہ فی الدخول فی غیر الدار المملوکہ فلان و فی
 الدخول غیر حاف بل یعم بالدخول مطلقا فی دار فلان بان کانت مسکونۃ سواء
 کانت تلك السکونۃ بالملک او بالعاریۃ والاجازۃ ولا یسبغ ذلک الا علی سبیل ارادۃ
 معنی اعم لیشتمل علی المعنی الحقیقی والخیالی کلہما وهذا هو عموم الخیار والارادۃ کلہما
 مگر اس طرح کہ اس طرح حقیقی وخیالی دونوں اکٹھے وارد ہوتے جاوے کہ یہ مکہ حقیقت و مجاز کا تباہ ناجا
 ہے۔ دیکھ کہ کتب ہول وغیرہ دوم سلسلے بھی یہاں جمع نہیں ہے کہ نہ نیا رسولانا میں نہ کوئی ایک بھی
 توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے اس واسطے کہ ہم لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور رسولانا عموم مجاز کے
 طور پر مراد ہے جیسا کہ کوئی شخص تم کہتا ہے کہ میں فلاں مکان میں اپنا دم نہیں دہر لوں گا۔ ایسا شخص خواہ
 گھوڑے پر چڑھ کر نہیں رفل ہو یا اس طرح جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اس کی ملک ہو یا کہ لاپرواہ یا نہانہ کہ
 طور پر جو بہر حال حالت ہوگا یہ قول حقیقی سننے کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حاشہ ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا ملک ہی ہو اور اس میں نیگے
 یاوں ہی داخل ہو بلکہ ہر حال حاشہ ہوگا۔ ایسا ہی اس کا قول مجازی سننے کے ساتھ
 خصوصیت نہیں رکھتا ہے تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلاں کے قہر ملک مکان میں یا جوتا پیٹے گی
 یا سواری پر چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حاشہ ہوگا نہیں تو نہیں بلکہ ہر حال حاشہ ہوگا۔
 خواہ حقیقی سننے یا مجاز سے یا مجازی۔ چنانچہ گذرا کہ اسیت ذکر وہ میں

توفی سے سلطانہ مارنا جبکہ بطریق عموم

مجاہد ہی نہیں۔ تو لا محالہ

ارتقاہا وهو السماع العادی الذی لا یحکم لا یفوق جماعۃ عصبانیۃ ولا یقول احد
 بتحقق صحیح انتفاء الحیوۃ فالسماع الثابت بالادلة الشرعیۃ والعقلیۃ غیر مرتفع وما هو مرتفع
 غیر ثابت وبعینا یظهر ان التقابل الذی بین الموت والحیوۃ هو التقابل بالانتفاء لکون کلہما
 وجودیین فان کون الحیوۃ امرًا وجودیًا ظاہر واما الموت فلا ندر اثار لامنۃ ولا ممانۃ
 لما كانت عبارة عن قطع تعلق المرحوم بالبدن وایقاع الفصل بینهما وتخریب الیدکان
 الموت الذی هو مطلقا وبعینا عبارة عن انقطاع ذلک التعلق والا تفصال والتخریب کل
 ذلک وجودی ویدل علی کونہ وجودیًا قہلہ تعالی خلق الموت والحیوۃ لادن الموت لکون
 عدیمًا لما تعلق بہ استغناء الذی یقال للعدیم انہ مخلوق فان الخلق هو اجعل والا یجاءد
 عدمیۃ عدم الحیوۃ علی ما ثابت بالادام الموت لا تصیر الموت عدیمًا لظہور عدم استلزام
 عدمیۃ اللانزع عدمیۃ الملزوم الاثری الی الفلک فانہ ملزوم لعدم المسکون عند الفلاسفة

وہ عام برہوت ہمانیکے ذریعہ سے ہے مرتفع ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا کردہ بقوۃ جسمانی منتہی ہے
 کوئی بھی قابل نہیں ہے اپنا وجود ترغیب ہے وہ ثابت نہیں جیسا کہ ہے وہ ناپیدا نہیں۔ اسی نظریہ سے
 یہی ظاہر ہوا ہے کہ موت وجود کے درمیان تصدیق کے لیے یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔
 حیوۃ کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ یہی جو وجود ہے وہ بھی وجودی ہے دلیل یہ ہے کہ ان کا ایک کرہ ہے
 ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے ہر گز زندگی ہوتی ہے ہمارا کھایا جاوے۔ اس کا اثر لازم فرماو
 چونکہ مرناس تعلق کا منقطع ہوتا ہے۔ لہذا بلاشبہ یہ وجودی ہے نہ اس کے وجودی ہے نہ یہ بدل ہے
 کہ باقی مرناس تعلق کا منقطع ہوتا ہے کہ یہ موت کو پیدا کیا ہے۔ یہی طرح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجود ہوا
 اسلئے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ ہر گز ممکن نہ ہوتا کیا کہی کہا جاتا ہے
 کہ فلان امر عدمی پیدا کیا گیا ہے نہیں کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔ "والا
 کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو کیا دیکھتے ہیں کہ عدم الحیوۃ اس کا لازم ہے پس اس کا
 عدمی ہونا اس کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔ جو اب کہ یہ مستلزم غلط ہے دیکھ عدم المسکون
 آسان کو عند الفلاسفہ لازم ہے۔ آسمان مع عدم نہیں ہے۔ علی ہذا التماس
 اور بھی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیۃ لازم کی

الاحساس بالروح بالعدم اعتبار معنی عام فیتمثل علی المعنی المحقق من الاخذ بالکلیۃ
والاخذ بالبعضۃ فاذن کو تمام مرتبہ لیس الامزجیت اذق الاخذ بالبعضۃ بان اذ
بائنو فسلب تعلق الروح بالبدن تعلقاً یوجب الادراک الاحساسی وتعلقاً یوجب الحیوة
فانتحان الاول مسلویاً یذکر الثالث فھذا ھو الامانة وانتان الثاني ومن لوازمہ کونہ
متضمناً للسلب الاول فھذا ھو الامانة ودوران ذلك التعلق بید الاحساس من تدرج الحیوة
لیس کدوران الشئ بین القضیین بل کدورانہ بین امریکین احدهما الخ و الاخر اتم
ولذا امتنع وجہ التعلق الاول بدون الثاني وقیل وجہ کمال حساسیتہ دون عکس کل
فلا تفرق اجتماع الاحساس الحقیق فی الحيوان بل فی ارتفاع معانہ وتضمن رفع التعلق الثاني
لرفع التعلق الاول لا یقتضی فی سماع الاموات ادساعهم الذی نحن متنبہ ہو ھو یحی
اد ذلك ارواحهم وھذا ان ثابت بالادلة القطعیة لا بحال الاحد فی سکارہ وھذا لا یقع فی
ضمن ارتفاع الحیوة وما یرتفع فی ضمن

اس پر کہہ لے لیکن نامرد ہوگا مثلاً چربی فی سے سولانا مقصود ہو تو اس صورت میں کہ کبھی کہ روح کے تعلق سے
بدن حساس نہ ہو تعلق مسلویہ کیا گیا تو بلاشبہ یہی سوالنا ہے اور اگر تو فی سے مانا مارو ہو چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں
کہیں کہ روح کے تعلق سے جو بدن نہ تھا تو تعلق مسلویہ کیا ہے یہ صورتیں بالانک اس کو ماننا کہا جائیگا بل اس دور
میں جس کا مسلویہ ہی معتبر ہے جیسا کہ زندگی کا حکم کیکن یہ خیال کہ کبھی کہ تعلق حساس ہر زندگی کے ذریعہ بطور
ترویج دار ہے جس طرح کہ کوئی اخصاص عام کے درمیان دو ہوتا ہے یہ ہمہ ہنگام کی تردید اس پر ہے کہ جس طرح
شرقیہ کیج درمیان مروی ہے کہ یہ طوطہ تعلق جس پر احساس کا وجود ہوتا ہے دوسرے تعلق کے بغیر اپنے تعلق
کہ جس سے زندگی ہوتی ہو اس وجہ نہیں ہو سکتی بل کہ نام کہ احساس نہ ہے بل صاف ہواویہ کہ نام کہ زندہ حساس
غلط ہے کیونکہ بعضی زندہ (جیسے کوڑا ہوئے) حساس نہیں ہیں سوال کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ میں جن
باقی نہیں تھا ہے بلکہ لازم آتا کہ وہ تو بھی ہوں آجواب علی ہمارے تقریر سے درو کھا نہ سننا ثابت نہیں ہوتا ہے
کیونکہ انکا سننا نہیں اور کہ روحانی ہے چنانچہ اولاً طوطہ عربیہ نہایت باہر اس قسم کا سامع نہیں ہے نہ تو اس کا تعلق نہ

سادہ بعض لوگ حیویوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نظام الدین رفیع رحمہ اللہ عقید میں سے فرماتے ہیں کہ وہ نہیں
سنتے ہیں بل سے عقیدہ کیوں سماع مرے کے قابل ہو حضرت مصنف فضیلت آجیے اس کو یہ دیکھا کہ صاحب نظام رفیع و عظیم
سلام مرے کے کچھ نہیں ہیں بل کہوت جو انیس سے سننے کے نام میں نہ کہ اول روحانی سے بھی انکار ہی نہیں ۱۲ صاحب

ولا یمکن ان لا یلزم هذا عدمها كون الفلك عدیبا ونظائره اكثر من ان تحصر
 وهذا ما قلنا من ان التوفی ليس حقیقیة فی الامانة لان الامانة لا یوجد فیها الاخلا
 بالتمام بل لا یخلف فی الحجة بخلع صورة لوعیة عن الجسم السجیانی ولبس اخری من حیث ان
 بفصل الروح عن البدن فما اعتبر وجوب حمل اللفظ علی الحقیقة ینکون قولہ عز وجل فی
 انی متوفیک دلیلا لئلا لا یدعی ذك العطف بقوله وانا فعک الی الذل لادیه الرفع الجسم
 والا فاما وجه تخصیصه بعلمی علی السلام لعموم الرفع الروحانی کل من من وحده علی
 هذا الرفع العام مستند لا بقوله عز وجل یرفع الله الذین امنوا عملهم والذین اولوا العلم
 درجات غیر صحیح لان المذکور فی تلك الاية هو رفع المسیح نفسه وفي هذه الاية
 رفع الدرجات ولا یخفى الفرق بین رفع الشئ نفسه ویرفع درجته كما هو بقرعة
 رفعت لیدک ویدر رفعت لیدک فایضا او شیدا اخرهما یعطونه ومع ثبوت التفاضل
 عدلیة کو نہیں یہ ثابت ہو اگر آیت مذکورہ میں جو کہتے ہے وہ مارے میں حقیقی طور پر عمل پیر
 ہے اس لئے کہ مارے میں پوری طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے بلکہ مارے میں صرف ہمارے
 روح الگ کر کے اٹھائی جاتی ہے اور دیگر کو ایک حصہ کالے لینا ہے نہ پوری شے کالے لینا کیونکہ فقط
 بصورت یہ ہم قرینہ حقیقی سے پر محمول کرنا جبکہ واجب ہوا آیت (یا عیسیٰ انی متوفیک الہمارے
 لئے دلیل ہوئی گا ایمانیوں کے لئے اسکا ہمارے لئے دلیل ہوئے کو افعال کے کا پر معطوف ہونا
 قوت نہ شتا ہے اس واسطے کہ اس سے رفع جسمانی مراد ہے ورنہ فہمک سر علی السلام سے کیا اس
 رفع روحی کو قصود صلیت یعنی جو اس آیت میں الکی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ تعدولی چونکہ
 خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمان داروں اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرے تو اس سے سمجھا جاتا
 ہے کہ خود ایمان دار اہل علم مرفوع نہیں ہوتے بلکہ ان کو درجہ مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں پس مع نسخہ
 بھی خود علی السلام کا رفع مراد نہیں ہے بلکہ رفع روحی سمجھا جاوے گا۔ دلیل مفید طلب نہیں ہوگی کیونکہ آیت سابقہ میں
 خود علی السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود
 شکر کے مرفوع میں نہیں غیر تہیہ اس لئے رفع درجات رفع غیر جمالی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہ کیا جاتا ہے کہ ہنر مذکور
 اٹھایا ہے یا نہیں زید کا کپڑا یا او کچھ جسے زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھایا ہے۔ آپ اس صورت میں

ایمان ہم جو نعم شاکیں کہ ان کیل ان مات علیہ السلام والحاصل انہم وحال ان علیہم حتی فی قتل
ان مات کا نفاذ کیا ہے قتلہ ویکین حصل لہم قطع لقتلہ بل کا نفاذ بل ان مات یوقر ویتسکون
قتلہ وہی ان الاستدلال انظار شتاما النظر الاول علی التوجہ الاول فلان حمل القیم فی
الای علی الرفیع الروحانی صیحہم اذ الکلام وقع بطریقہ الموصوف علی الصفتہ علی قدر
القلب ہذا مشروط بتبنا فی الموصفین کہ ما انا خا طہ الشکل وخطا بہکس ما یقتدر مثل
ما قام زید بل قد من یظن بقیامہ وظاہر ان القیام والقعود متناہیان واشترط
التنافی اعم من ان یکون شرط الحسۃ والاصلہ ومن ان یکون التناہی یا نفس الاخرۃ
اعتقاد الخا طہ علی حسب الاداء وانما کان قولہ تعالیٰ وما خلقوا یفہم ان ذلک
الیک علی الحق قصہ الفلک لای نھم کا نواہی عن ان علیہم مقتول فیما طہم اللہ تعالیٰ حکم وادار
من اندر فرج الامتقول کما ذکر فیجب التناہی بین وصف القتل والتمیز وذلک لای کلا لای
ایکے مرتبہ پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین کرتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض ہیں۔
ہیں۔ اولاً کہ رفع سے روحانی اور دینی غلط ہے اسلئے کہ اس میں میر علی اسلام وصف مرفوعیت ہیں البتہ
قلب وکس کے تصور کر دیئے گئے ہیں لیکن اس تصور قصہ کے لئے اوصاف کی متناقضت شرط ہے۔
مثلاً ایک شخص غارتھا وکہتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے شخص اس کو مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بلکہ
بیٹھا ہے۔ پس دیکھئے یہاں پر تکمل نے ایسا بیان کیا کہ وہ مخاطب کسی عقیدہ کا قلب ورائٹ ہو رہا ہے
ہے کہ کہرا ہوتا۔ بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات بغیر نہ رکھتی ہیں۔ بے شک متناقضات عام طور پر
لی جاتی ہے۔ حوا فی قصہ صحر کی تہائی کے لئے بانفس قصہ کہ جو شرط ہو نیز واقع میں متناقضات ہو۔ یا
تھنا میں۔ بری بات کہ وہ آیت کہ جب کا مضمون یہ ہے کہ لایخونہ یتیم کو یتیمنا قتل نہیں کرنا چاہئے اور
فی النجوانی طرف لکھا لیا ہے۔ بطریقہ قصہ کہ جسے فراموشی ہے۔ سو ایک اور یہ ہے کہ اس کتاب میں صریحاً
ہے کہ کسی عقیقہ کے لئے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ نے انہی اگلے گمان کہ عکس فرمایا کہ شیخ تو صرف مرفور
ہوئے میں قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ میر علی السلام کو وصف مرفوعیت میں قصہ کہ کیا
ہے مگر تکلیب و عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہو کہ قتل اور رفع میں متناقضات ہو لیکن یہ متناقضات
توجہ ہی تصور ہے کہ

وقولہم انا قلنا للمسیح بن مریم رسول اللہ وما قتلہ وما صلیبہ وکن شبہ لہم
وان الذین اختلفوا الفریق منہ ما لہم من علم الا اتباع الظن ما قتلوا قطعیاً بل زعموا
البدہ وکان اللہ عز وجل حکیمًا وان من ہل الکتاب الا الیوم من یقول موته و یوم البقیۃ منہ
یکون علیہم شہیداً حیث حمل الرقعہ علی الرقعہ الذی کتبہ وقال یرجع الضمیر الحسن واما
المقتبل بالباء فی قوله تعالی الیوم من یدارکونہم شاکیں غیر متیقنین یکون علیہ مقتلاً
مصلوباً و یرجع الضمیر المتصل بقوله موته الذی کتب فی ثم ینجدہ بنو جہنم من الحزین وحکمہ
علی کلہم ایا الصمت والصلوات الاول ان لفظ الا یمان مقتدی فی قوله تعالی قتل موته ای
قبل الا یمان موته فیکون معنی الا یتزکک کما فی یوم من بان قتل علیہ مقتلاً فیہ
قبل ان یؤمن بموتہ الطبع الذی فیہ وقع فی الزمان الماضی المتوجہ الی الثاني ان کل کتبی کان یؤمن
بویل قطعاً بانہم شاکیون فی مقتل عیسیٰ ولیس قتلہ الا علی سبیل الشک والظن وذلك ای
کہ چنے سچ میرے فرزند کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے نہ تو انکو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ ہاں
شبہ میں والے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے تم تکلف کیا وہ اپنے انکے قتل کے بارہ میں شک میں پڑے
ہوئے ہیں انکو اس پر یقین حاصل نہیں ہے صرف خلاف واقع کی تابعی رہی کہ تم میں مسیح علیہ السلام کو قتل
کے قتل نہیں کیا بلکہ نہایت تھماتے تھے کچھ ایشیہ طرف اٹھایا ہے اسد تعالیٰ غالب حکمت والا ہے نہایت
کوئی ہی اہل کتاب میں سے کہ اس پر ایمان لاوے گا۔ اس کے مرنے سے پہلے۔ وہ قیامت کو دن اچھ گواہ
حاکمیت اشتغال کا دیاتی پہلی آیت میں رنجر روحی مراد کہتا ہے۔ یہاں بیان ہے کہ ہر کس نے مسیح علیہ السلام کے مقتول
مصلوب ہوئے ہیں نہ کہ میرا ہی قصہ ہے کہ ہر آدمی جو موت کی فیرا لکھا ہے کہ ہر طرح سے اس کے یوں و تو جہیں کرنا
ہے یہاں قتل ہونے میں ایمان کا اندوہ نہ ہے بلکہ اس کو یقین ہے کہ یہ آیت کا ہے یہاں کہ اس نے ایمان کی سچ کی صلیب پر موت پر جو
دنیوی نہیں واقع ہو چکی بلکہ ایمان لانے سے پہلے اچھ نہ کہو کہ قتل ہوئے پر ایمان کہتا ہے۔ دوسری توجہ یہ کہ
ہر کس نے ایمان لایا تھا کہ مسیح کے قتل ہوئے کے بارہ میں شک میں اس نے شک پر ایمان کیا تھا کہ
عندہ کہہ رہا ہے کہ مسیح جیلے تھا۔ گویا سچ ای رنجر ہی تھو کہ انکو قتل ہوئے میں شک تھا اور وہ آپ کو
ص ۵۴

۱۔ کہانی صاحب اس پر کہ ہوا اللہ سے جو تکس ای ہی کوئے سے مراد موت ہی ہے۔ سوا کا چرب ہے کہ کیا ہاں
۲۔ نہ وہ نہ۔ یہ کہ بیان کو سچ مقصود ہے ایسا ہے جہاں کی برکت کا عیسوی والا تھا جس نے فرمایا۔ اور یہ
۳۔ یہ کہانی صاحب عیسویہ کہ اور کوئی اگر کہہ دے گا کہ تم کو اس کو ہی کہتے ہیں۔

الاول الحشوک بنی قتل عیسوی و بن عیسوی لیس یا ولی من ارجاعه الیه فاقتیاره علیه مع
 لیس مع خلفه السلف و الخلف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح الجمع و هذا فحش من ذلک
 مع انبریز المعنی علی هذا ان کل کتابی یدین بان المسیح مشکوک القتل و اذنته
 لیس یقطعی كما اوضحه بنفسه و هذا المعنی لا یتفق لانه انما تم بمضمون قتل عیسوی
 فی عصفان الجبل الاسمیه وناکیدہ بان صریح فی کواثر من عینین قتلہ و لاندخ الله عز
 و جل اعدا کتم هذا بقوله عز و جل و ما قتلوه یقینا اذلولہ سکر لیس الا دعان کھن فم
 ریس و ما قتلوه و لم یزد علیہ قید یقینا فالقول یا فھم لم یكونوا من عینین بل كانوا ثلثین
 قتلہ قول بالغاء قید یقینا فی قوله تعالى و ما قتلوه یقینا لخلو عن الفاعل علی هذا التقدير
 و ادعاء ان قید یقینا قید للقتل المنفرد و ما قتلوه فیکون النفی و ادعاء علی القتل المقدر
 بهذا القید و النفی علی هذه الوتیرة كما یتحقق و یصح بانقاء القید انک لا یصح بانقاء
 المقید و القید کلھما و ہما انک ان ذلک فان القتل مع التیقن مختلف لا یفصح ولا یتضح من لزوم
 مشکوک القتل کی راجع کر شیعہ اس فیہ کا جو یہ علیہ السلام کا پیغمبر سے اولی نہیں ہے چنانچہ ظاہر ہے
 ہر مشکوکہ کو ترجیح دینا باوجود اس کے کہ سلف و خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بل ترجیح الجمع کو ترجیح دینا ہر
 ترجیح پہلی ترجیح سے نہ ہوتی ہے نہ ہی انبیا کا منصب اس تقدیر کیوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے
 مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا شکایہ ہے اسکا مقتول ہوا یقینی نہیں ہے چنانچہ کادیانی اس بات کا خود
 واضح کر رہا ہے حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا بلا ہر شک و شبہ
 لباس میں بیان کیا ہے اور یہ کہ وہ کسی کو ایسا ہی پس پر قہر اس پر والی کہ وہ مسیح کا مقتول ہونا ایمان رکھتا ہے
 ہر آخر اس پر قہر و قہر و قہر کے انکی تردید کی کہ انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا اسی کا انکو یہ کہ قہر و قہر و قہر
 نہ ہوتا تھا و نہ انکی اتنا ہی غور نہیں کہ انھوں نے قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ ہوتی ہے پس یہ کہ انکو یقیناً ان کا
 نہیں ہے یہ صاف طور پر اس بات کا قہر ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لکھی ہے نہ تو بائبل نہ اہرام صاحب
 اگر یہ دعویٰ کر لیں کہ اس میں یقیناً نہ کہ ہے وہ نہ تو نفی قتل کی قید ہے نہ تو یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوتی ہے
 یہ نفی ہی ہے کہ نہ کہ اٹھ جانے سے منفی ہوتی ہے ویسے ہی قید و مقید دونوں کے جانے سے نفی ہوتی ہے
 یہاں یہاں ہی کہ نہ کہ یقینی قتل ہوا کہ نہ کہ اسے قتل نہیں کیا کہ نہ کہ اسے قتل نہیں کیا کہ نہ کہ اسے قتل نہیں کیا

الأذاك ان مفرقا حاككة في اذنا فاة الذفر حال الحيوة الى اخره الجسم للقتل
 بهي لا يحتاج الى تنبيه فضلا عن دليل ولما اذا كان الرف رفقا رعا فطره جوب احتكام
 الزم مع القتل لا يخفى الثاني بين الذفر والقفل لان كل واحد يمل قطعا من من قتل وسبيل
 فهو مرفوع بالرفع الزواني بالجمع المذهب فحيث يجب اجتماعهما مع ثبوت الاحتكام
 النفس الامر يلى والاختصاص اى ايضا الرفع الثاني راى فطره الزم القصر او المحبس فاما اذا
 يفر يكون هذا الكلام نزل من الزم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب ويجوز
 تنافي وصفى القتل بالرفع باحدا ولا يمكن ويكون الرفع رفقا ضمينا واما انه يعدم وجوب
 الثاني بين الزم فلا في قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربية ولا يجزى ليد لما الما القفل
 يفرغ على الكلام في انا من الزم من غير العربية فاهما شاء فلفظته والنظر الثاني ان ارجاع

یاد رکھو کہ فقہ الغائب اور مصنفین کے درمیان منافقات کا ہونا ضروری نہیں مگر اس صورت میں
السلام صرف اس کے لئے ایک احکام اور ایک عقائد پر قائم ہے نہ کہ اس کا کوئی اور۔ گناہ خضر کا دینی کار اس سے گریز
نہیں ہو سکتا۔ لیکن علی الاطلاق والسلام کے مجسمہ و فرعیہ ہونے پر ایمان لانا بظاہر

یا تو اس بار سفر پر نہ جاتا، نہ اپنے قریب ہو گا، پس وہیں سے جیسے

چاہے جسٹس پارکے۔ دوستوں! اعتراض

معدہ پبلی کیشنز کا

کھت میجوڑ ویکس منہم الشک فی قتل علیہ علیہ السلام مع وجود هذا الدلیل لا یجوز
 ان یثبت علی جمیعہم الشک و قتلہ و قول اللہ عز وجل وان الذین اختلفوا فی شاک منہ لهم
 بذلک من علمہ امتناع الظن مؤل بان الماد بالشک لیس ما یتساوی طرقہا کما اصطلاح
 علیہ المنطقیون بل الماد من الشک المذکور ما یتماثل العلم ومن العلم الحکم الحکام المتماثلین
 لنفس الامور علی هذا لا تنافی بین شکہم واذا عانتہم قتل علیہ علیہ السلام میكون معنی
 وان الذین اختلفوا فی شاک منہ ای لقی حکمہ عن طریق المطابق وان کان حکمہ بذلک حکماً
 بآیۃاً ولکن لہم مطابقة لنفس الامور لا یجد علمہا بل شکہا و لیس لہم بذلک علم اذ ان
 فیہ من المطابقة فی نفس الامر ان یتبعون الظن ای الحکم الغیر المطابق لنفس الامور فیکون
 مال الشک والظن واحد لولوا رید بالمدنی المصطلح لاهل العقول لیتحد مصداقہما
 معہما یکون کما یتبع علیہ السلام کے قتل میں جانے پر اذعان نہیں کھتے ہیں کیا صورت یہ تان ہے۔ باوجود
 روشن دلیل کے سب کا یہ فرق شک کو سوسب کا کیونکر تصور ہے۔ مثلاً ایسے لوگوں کو اس میں شک نہیں ہے
 منہم یہ ہے کہ وہ لوگ مختلف ہوتے البتہ قتل کے بارے میں شک نہیں انکو اس کا اذعان
 مگر کہ ظن کو تا حدی کہتے ہیں (وہم پیدا ہو گیا ہو گا۔ سو واضح رہے کہ شک جو اس میں نہ کہ وہ
 منطوق کے طور پر نہیں ہے۔ منطوق تو شک اسکو کہتے ہیں کہ جس کے دونوں جانب برابر ہیں۔
 بلکہ شک سے لیت میں نہ علم ملو ہے جسے حکم لازم بمطابق واقع کہتے ہیں مختصراً کہ شک سے صدیقی مطلوب
 ہے لیکن محال ہے علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے بارہ میں انک شک کنہ اور تہقیر کرنے میں متناقض
 نہیں ہے بریں تقدیر کیا ہے کہ اسنے یوں ہو گا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوتے البتہ قتل کے بارہ میں شک میں نہیں
 ایجو البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ وہ خلاف واقع ہے گو وہ لوگ یہ حکم بزم نور و طوع و یزما لگاتے ہیں۔
 لیکن جو کہ وہ دراصل مطابق واقع نہیں علم و یقین نہیں ہے بلکہ شک ہے کیونکہ یقین کے لئے یہ شرط ہے کہ
 مطابق واقع ہو دین بلاشبہ نہ ظن کے تابع نہیں یقین اس خیال اور حکم کے تابع نہیں جو واقع کے مطابق
 اسلئے شک و ظن کا مال اور مرجع ایک ہی ہوا اگر شک ظن کو منطوقی و مطلق کے حقائق لینے تو ان کو ان
 کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا

جسے کہہ کے قائم ہونے کا خیال ہو ویسے ہی کہے نام نہ ہونے کا بھی خیال ہوا کہ علی علیہ السلام کو ترجیح ہونی منطوقی ہو گیا
 رہتے ہیں۔ "مستخرج

الغالب القید کھا یہ نفی اصل القتل فی دھرم مع انھیالف القاعدۃ اکثر یتیم ان
 القتل العمد علی المقید یتوجب اول القید من علیہ انہ نہ یوجد دلیل علی انہم قالوا انھ
 المجاہد من غیر صمدیہ القلب کھا ووجد علی کون ولی المناقبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 نشہد انک رسول اللہ منہ عنی صمدیہ القلب تکفیف یصر ان ہذا القول انہم معہم
 سکا ایمن قبیل اظہار خلاف ما کان علیہ لئلا یتوجہ ابرادار و لا لفاء علی الیک ائد
 المستدل بل ووجد الدلیل علی انھم کا ہوا قبلہ مذ عنہ کہ ما یدل علیہ صریح عبارۃ
 القرآن ان النصاری ہدیما و حدیث لیدعون بذلک ویدعون الناس الی الايمان بذلک
 ویزعمون ان وقد عملہ علیہ السلام کان کفارۃ لذنوب المذنب مع انہ کان ذلک مکفوفاً
 فی وجہہ لھم و انکارہ بظہر القریف لک انہم لا یمانھم بالانجیل و دھرم عدہ القریف فیہ

ان ابن تریوین کے یقیناً کی تہ کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ پھر بھی کا و بائی کا اس قید کے لغو
 ہونے کا مقرر ہونا پڑے گا۔ اولاً کوئی تردید کے لئے نفس قبل اور بلا تہید پہلی نفی کافی تھی۔ دوم یہ بات
 اکثری قاعدہ سے مخالف ہے وہ قاعدہ پیشہ کو نفی جب مقید پر وار ہوئی ہے تو وہ نفی صرف مقید کے لئے
 متوجہ ہو جاتی ہے علاوہ ہاں کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ جملہ (انا قتلتنا المسیح)
 بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے جیسا کہ درسی کی کاپیت میں ملا زمان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس کی یہ جھوٹوں
 کی چونکہ ان فقہین کو یہ کہہ گاہی نہیں ہے یا سمجھ کر آپ بلاشبہ حلوۃ نہ تھا اگر رسول میں یہ نیت دعویٰ کرنا کہ کتاب
 نے باوجود کہ کتاب میں ہے ہوسے ہیں یہ اپنے عقیدہ و مخالفانہ کہہ دیا ہے کہ سیم کو قتل کیا ہے، کیسے
 بلا دلیل تو بوسیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ملتی تو یقیناً کہ قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا مگر دلیل تو نادر
 ہے۔ اس لئے کہ باقی لغو ہونیکہ التزام نہیں ہوتے۔ ہاں پھر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ سیم کے مقتول ہو چکے پر
 اذعان کر چکے ہیں، دیکھئے قرآن کی عبارت ہی پہلے شہادہ دل ہے۔ دوم نہ تھا کہ ان فرسوں کو اس کی کٹھنوں سے
 ہیں کہ ان کو سیم کے مقتول کہہ دینے پر ایمان لاؤ اور اس گمان کو کہ تو ہی کہہ سکتے کہ انھوں نے قتل کیا گیا ہے۔
 حالانکہ یہ بات کہ انھیں یمن بھی ہوئی ہے کو تو صرف کہ ان پر ہی ہو سکتی ہے اس پر اسلام اذعان کر چکے ہیں کہ انھیں

ہم کہ اخیر ہون و خلاصہ الاشکال الذی ورد علیہ علی تقدیر ارجاع الضمیر الاول
 الی الشک اما نزع الضمیر فی لائلہ و اما حمل قولہم انا قلنا المسلمین مریم علی خات
 الظہار مع وجود ما یوجب حملہ علی الظاہر فالنہم الاول فقد تکافروا ان الشک فقد
 قصم فرایجہما ساء فلیختروا ثالث الانظار ان فی هذا التعلیل بحکما حدیث لا یتباد
 الذہن الی رجوع الضمیر الی ما ادعی رجوعہ الیہ مع انتشار الضمیر و ذلک علی احتمال
 فصاحتہ القرآن و الراجح ان المعنی علی هذا التقدیر یؤی الی انہم یصدقون شکی کتبت
 قتلہ و لما کان الشک و المستحکمیت مقتضیین لزم کون الضمیر یوصف بعلق بالثک الذی
 هو تصور رسواء اریب بالثک مقہومہ العقوانی او مصل قد لان کلامہ انصو کلا فتی
 و سواء اریب بالضمیر یؤی لادراک الادعائی الذی ہو من حیث لادراک او الی حالہ

تجوہ ہے غرض کہ اعتراض نہ کرنا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پہلے ضمیر کو تنک کی طرف پھیر دیتے تو بقیہ کا تصور ہوتا
 لازماً ہو گیا یا یوں کہ ہمارے کیا کیا آیت پر کلی معنی یہ کہ وہ تھا کہ کھڑے ہیں کہ ہم نے سچ علی السلام کو قتل
 کر دیا ہے! اپنے خطاب معنی پر محمول نہیں، حالانکہ ظاہر محمول ہونے کا بھی موجب وجود ہے پس جو
 لو کہ ہر کلام کے آیت کو یہ کہہ دیتے، اگر دوسرے کو قتل کر دیں گے تو یہ نادانی ہے، اب ان دونوں میں
 جس کو چاہیں ضمیر کیا کریں یہ سب اعتراض کریں تو یہی تکلف محض ہے کیونکہ جسکی طرف ضمیر کو ارجاع کرتے
 ہو یہ رجوع ہرگز متبادر نہیں ہے نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضامن لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں
 انتشار ضامن کا قائل ہونا بظاہر عیب پر از نہما حسن قرآن کو بے لگانہ چھپا نظر ہے اور حسب سبب
 کچھ بال بوا قولہ انما یبے ہوا بظاہر تھی محبت کہ حسب بطور جو ضمیر کا رجوع ہوتا تو آیت کا معنی ہو گا
 کہ اہل کتاب سچ علی السلام کی مسئولیت کے شکوک ہونے پر تصدیق کرتے ہیں اور تنک کو یہ شک کیونکہ اگر آیت کا
 بات ہے تو تصدیق کا تنک سے تعلق بظاہر لازم آتا ہے۔ یہ تنک ہر ایک قسم کا تصور ہی
 ہے اس کے لفظ کا مفہوم ہی تنک سے ملو کہ لیں یا جس پر وہ تنک ملتی آتی ہے وہی
 مقصود رکھیں اسلئے کہ تنک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصور ہی
 میں عام اس سے کہ تصدیق علی القبیح جو مطلق اور اک تصور کا قسم
 ہے مقصود ہو۔ یا وہ حالت کہیں اور اک کے

المذنبات بنینہا لوجوب رجحان احد طرفہ الظن ای الطرفہ لموافق وعدہ مطلقاً ہے
 الشک وھذا ظاہر واطلاق الشک علی غیر المعنی المصطلحہم بما یقال بالعلم البعینی
 شائع وقرآن واقع قال عز وجل وان کنت ثم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا اطول الیہ
 علی انکارھم وقولھم الجازم بانہ کلام البشرویانہ شعرا وکما تبدل علمنا الذی قولنا
 فلا اقسام بما تبصرون وما لا تبصرون انہ لقول رسول کریم وما ہو بقول شاعر فلیلاً
 ماتوا منون ولا یقول کافر فلیلاً ماتت کون تنزیل من رب العالمین فلو کانوا شاکرین فی
 کونہ کلام اللہ تعالیٰ بالشک المصطلح لما وقعت ھذا التالیفات من کون الحجة اسمیہ و
 تالیفہا بیان وبالقسم فھذا کلام اللہ تعالیٰ بالعلم البعینی
 الی حلا یجزم بانہ کلام غیر اللہ وکذا اطلاق الظن علیہ قال ثقیان یتبعون کالظن و
 کیونکہ ان کے نزدیک اس میں کوئی خیال ہے کہ طرفہ موافق قوی ہو اور شک میں ان کے نزدیک طلقات رجحان
 چنانچہ ظاہر ہے کہ یہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی نہیں ملا ہے بلکہ یہی کیا گیا ہے جو
 واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیگر خدو زرقا سے فرماتا ہے کہ اگر تم کو قرآن کے بارہویں
 بیتہ اخیر میں پڑھے ہو لہذا اب دیکھو کہ اس آیت میں جو یہی ہے ان کے انکار ان کے حکم یا غیر ہرگز پیدا
 کی کلام نہیں ہے بلکہ کسی بشر کی ہے۔ شعر کہا ہے کہ اطلاق کیا گیا ہے۔ اس خدو زرقا سے کہ
 کلام ولایت کرتی ہے کہ ہاں جو یہی قسم کہتا ہے کہ جنہیں تم دیکھتے اور جنہیں تم نہیں دیکھتے ہر کہ قرآن
 فرشتہ جبریل کے منہ سے نکلا ہے کسی بشر کی کلام۔ شاعر کی کلام نہیں ہے۔ قصور سے ہی کو ان بیان کرتے ہیں
 اور یہ بیان کی کلام ہے۔ قصور سے ہی لوگ ہیں جو یہی جوت قبول کرتے ہیں۔ یہ قرآن نازل ہوا ہے اس
 آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الہی ہونے میں شک کنندہ ہوں تو اسے کہ
 جوت کا معنی منطقی کرتے ہیں یا تو خداوند یا تاکیدیں یا فرما یا یہ کہ عیاں بیان فرمایا۔ دوم ان کو ذکر کیا۔
 سوم قسم پس بلاشبہ یہ اس ولایت کرتی ہے کہ انکار ان قرآن شریف کو کلام الہی ہونے سے اس حد تک کہ یہی
 کہ قصور نے یقین کیا ہے کہ غیر اس کلام ہی سے ظنی طور کا بھی اسی خیال پر جو خلافت واقع ہوا اطلاق کیا
 ہوا ہے۔ دیکھئے وہ آیت جو کہا ہے صلیح ہو کہ وہ صرف ظن کی تالیف ملتی ہے۔ اور وہ صرف

ملے چاہئے تاکہ شخص مذکور کے قائم ہونے پر غالب گمان نہ رہتا ہے کہ اسے قائم ہونے کا یہی اسوہ مسلمان ہے

اسکو متفقین گمان کہتے ہیں ۱۱ مترجم

قبل الشخص مع الايمان بموتة الطبيعي مما يستحيل ولا خفاء ايضا في ان تقتله عليه السلام
طرفين وجوده وعدمه فان كان مشكوكا فيجب ان لا يدين عن احد جانبيه مطلقا
ولا بما يندرج في ذلك الجانب وظاهر ان الموت الطبيعي يندرج في عدم القتل لاندراج
الاخصر تحت الاعلم المشمول بالحياة والموت الطبيعي كليهما فخير بد الشك في قتل
من الادعاء بموتة الطبيعي من اجل البدهييات لان تساوي طرق الشك مع رجحان
احدهما غير ممكن وهذا مما يعلم كل من له ادراك ففهم فلو كان ملزما هذه الاية ما قاله فاي
علم حصل بنزولها واي فائدة من فوائد الخيرة ترتبت عليها فتدبر على ان حمل هذه
الاية على ما حملت قول بان هذه الاية مبنية لبعض اجزاء الماهية للشك وهذا كانه
ادعاء ان القرآن يميز المعاني المصطلحة للقوم كما ان الكافرة والشاكية واليهوديك مثالها

جب ايشخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے قتل ہو جانے میں شک کا ہونا محال ہے ہے
ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہر جانب سے دو جانب میں ایک قتل نہیں ہوئے۔ دو کم قتل
ہو گئے ہیں۔ پس جبکہ قتل ہو جائے گا تو کس سے؟ تو واجب ہوگا کہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں۔ اور وہ
اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ یقین ہو۔ اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے یقین نہ ہو۔ لیکن یہ
بافت واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے۔ مگر یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں
مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو مثال ہو ویسے ہی طبعی موت کو مثال ہے۔ لہذا لازم
ہوگا کہ جس صورت میں مسیح علیہ السلام مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو۔ اور یہ بالکل یہ سچ ہے
کہ چونکہ شکائے لئے جانبدار کی تجویز کا بل ہونا ضروری ہے اور نہ ہاں ایک جانب پر یقین عدم القتل پر
یقین کرنا محال ہے۔ چنانچہ کم درایت پر بھی مخفی نہیں ہے۔ پندران اگر آئیت سے وہی مل رہا ہے جو
کا دیانی سمجھتے ہیں تو کہئے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جزیر کوئی عائد مرتب
ہوئے۔ علاوہ بران اگر اس آیت کو کا دیانی کی ہی مل رہی ہو تو اس سے لازم آوے گا کہ اس آیت سے
شک کی بائیت کے بعض اہزار بیان کی ہیں۔ لیکن یہ اسبیات کا دعویٰ ہے کہ قرآن نے وہ
معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے مصلح میں ہیں۔ پس اس صورت میں لازم آوے گا کہ
قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی مانند ایک

الادراک الازدعائیة التي هي من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقا باطل كما تقدم
فوقه ولكن تعلقه بالشك حال كون التصديق من جنس الادراك انما هو من تعلقه به
على تقدير كون من لواحقه لا نه على هذا يكون الشك معلوما والتصديق ادراكا وعلما
به وهذا ثبت بالبرهان عند سم الاتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلم يتحد
التصديق والشك مع انهما متباينان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن النزاع
بين طرفي النسبة من الموجود والعدم علم التساوي الى ادراك النسبة مع تجوز طرفيها من
غير ادعاء باحد جانبيها فالعلم الذي ادركنا كذا من ان اهل الكتاب يؤمنون بربهم
في قتل عيسى قبل الايمان بموته الطبع يرجع الى ان شكهم في قتله حاصل من غير ادعاء
بموته الطبع لان من لوازم القبلية ان لا يوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك في

يبدأ من شيء من حيث هو والاشك في شيء من حيث هو ليس مطلوب هو. يمكن تصديق كانه حال تصور شيء من حيث هو
مستقل عن انا باطل شيء. چنانچه بابت ثابت است. بان تصديق كاشك سے اس صورت میں متعلق
ہوتا۔ کہ تصدیق میں تصور سے مان لیں بہت قش ہے۔ اس صورت سے کہ تصدیق کو کہنے والی
لیں۔ ویر ہے۔ کہ تصدیق کو تصور کا ہی قسم سمجھ کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم تھا ویک
اور یہ تصدیق کو نسبت شک کے علم قرار دینا ہے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور و صورت
علیہ کے کہنے سے معلوم کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ لہذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک بات ہو حالانکہ یہ
صریح غلط ہے کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک ایک ہی غیرت رکھتے ہیں۔ پانچویں بحث کہ شک صراط
جب ہی تحقق ہوگا کہ نسبت کے طریق میں تردد ہو سکتا ہے یا ایسا۔ لیکن دونوں میں سے
کسی ایک کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طریق کی تجزیہ یہ ہو۔ میں کا دینی کی تفسیر کے لکھنا کہ شک کو شک قتل پر ہے علیہ السلام
کے طبیعت پر نہیں پہلے ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرف کو راجع ہوگی کہ لکھنا کتاب کا اس قسم کا شک کہ نہیں
اے کہ ان کا وضع علیہ السلام کی طبیعت سے یہ یقین ہو نا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لازم سے

ہے کہ ان کا وضع علیہ السلام کی طبیعت سے یہ یقین ہو نا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لازم سے

۱۵۔ جب انسان کا حلال علم حاصل ہوتا ہے۔ عربوں ہوتا ہے۔ کہ اسکی اہمیت اور صورت میں اس میں ہوتا ہے۔

پہلے اس صورت کو صورت علیہ کہتے ہیں ۱۱ مستحق

الايمان بالنسبة الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف فلكون المراد من الاية سلب
 الكفر بجميع معانيه واثبات نقيضه من الايمان بجميع معانيه كذلك وصحهم في ذلك النقيض
 يجب صدق الايمان على الاحتياي صدقاً كلياً بان يبال كل كتابي يؤمن به فذلك قضية
 موجبة على حصوله كلية فاحتمل قوله عز وجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل
 موته علماً حمله فلهذا الذي يجب ان يكون معناه كل كتابي يؤمن به بشكوكية مثلاً السلام قبل ان
 ماتت ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضي والاخصاض عن مفاد التثنية الثقلية من
 معنى الاستقبال اماناً ينحصر هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين في زمانه قبل رفعه
 ولهذا منادى القاطعة المارة انما اولم الموجودين منهم قبل رفعه وليحد الوجود الفعلي
 اختصاص وقت كفي طرف نسبت كسے ہے۔ اور اوصاف کے لحاظ سے۔ پس مراد الاية صفت الكفر
 کا تمام اہل کتاب سے سلب ہونا۔ کیلئے صفت الايمان کا ثابت ہونا ہے۔ لا غير اس سے صاف
 پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ اختصاص اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں اس وقت
 صفت محض کی طرف نسبت کر کے اوصاف کے لحاظ سے۔ لہذا اسفاد الاية یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں
 نہ کفر میں منحصر ہو گئے۔ اور صفات انہی کے جائز بنے۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو قدر صاف
 کر دیا گیا۔ کہ انسانی حیثیت ایمان میں کو ثابت کر دیا گیا۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر ہو گئے تو لازم آیا
 کہ صفت ایمان تمام کتابوں پر صادق آنا چاہئے جیسا کہ کہہ رہے کہ اگر کتابی اس پر ایمان لاویگا۔ اسلئے یقیناً
 موجود ہوگا کہ یہ بنا۔ جب کہ کہہ لیتے نہ کہہ سکتے وہ مراد کہ لیں جو کا دینی ایمان کہتے ہیں تو اس تقریر پر
 یہ منہ ہوگا کہ سب اہل کتاب پر علیہ السلام کے تسل کی شکوکیت پر لکے مرتے سے پہلے ایمان لائیں گے۔
 حالانکہ یہ سننے مروود ہے کہ اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر بیحد مضامین کا اصرار پر محمول کرنا لازم
 آتا جو اس پر بھی اعتراض کریں کہ تو ان کی تعلیم منہ پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ مگر اوپر مذکور جو اعتدال میں مراد ہوتا ہے
 وہ بالآخر بیان کریں گے وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو علیہ السلام کے زمانہ اوکریں
 مروءت سے پہلے موجود تھے لیکن یہ اقارہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا
 کہ حکم اہل کتابوں کے واسطے ہے۔ بعض کے واسطے یا کہہ گئے کہ عام اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہ
 جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مروءت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود

کذا لکھن فی تبقوہ ید عاقل واما علی التوجیہ الثانی فیرد علیہ ما عدل الخامس من
 الاظهار المذکور فی کلہا ویرد علیہ خاصۃ ایضا ان سلب الاوصاف بتمامہ اعت
 وز فرج من اقسام شئی ثمر اثبات صفت معینہ لہا کما یقتضی انحصار ذلک الشئی و ثلاث
 الصفتہ و هذا انحصار حقیقی کذا لکھن سلب وصف معین علیہا سواء کان مقدرا او
 ملفوظا ثم اثبات منافی خالی الموصف یقتضی انحصار الشئی فی المنافی لا وصفہ لہا سلب
 و هذا انحصار اضافی و کلا هذین الحصرین نوعا حصہ الموصوف و الصفتہ و اما انحصار
 الصفتہ فی الموصوف بالانحصار الحقیقی فتوجد ہا فی الموصوف و انتفاہا عن جمیع ما عدل
 و بالانحصار الاضافی فتوجد ہا فیہ و انتفاہا عن بعض ما عدلہ فقط و من المعلوم بالبدہ
 صدقہ الصفتہ فیہ علی انحصار و انحصار اضافی و بالانحصار اضافی لا انحصار اہل الکتاب فی

کتابہ شیخہ حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے۔ ایہ کہ دیالی کی دوسری توجیہ بواسطہ پہلی توجیہ
 سمجھنے کے واسطے چاہئے اور نہ ہی وار د ہو جسے میں البتہ اس کی دوسری توجیہ نہایت پر بحث وار د ہے نہ
 یوں نہ کہ نام و صفت کا سلب کسی شے کے ہم فرستے کو دنیا پر خاص صفت ایک واسطے ثابت کرنا کہ جیسا کہ
 اس طرح نام ثابت نہ کرے کہ ہمارا موصوفہ اسی صفت میں منحصر ہو جائیں۔ اسی طرح ان افراد سے خاص صفت کا
 سلب کیا گیا خواہ وہ صفت بطور نہ ہو متعذر ہی ہو۔ بعد ازاں کوئی ایسی صفت جو سلب سے منافی ہو ان
 افراد کو ثابت کرنا کہ اس کو چاہتا ہے کہ وہ موصوف اس صفت کے منافی میں منحصر ہو۔ پہلے کا نام حصہ
 حقیقی دوسرے کا نام حصہ منافی ہے لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے
 دو قسم ہیں۔ اسی صفت کا موصوفیں بطور انحصار حقیقی کے ہو سکتے کہ وہ صفت صرف اسی موصوف
 میں متعلق ہے نہ غیر میں۔ صفت کا موصوفیں بطور انحصار منافی کے منحصر ہونا سوائے ہے کہ وہ صفت
 قواس موصوف میں بالی جاتی ہے۔ لیکن اس کے الٹا ہر صفت منفک نہیں ہوتی بلکہ بعض میں بالی جاتی ہے
 اور بعض میں نہیں۔ پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصہ اضافی اور نسبتی ہوا۔ بظاہر
 ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو وہ اس پر جو سبب کلیہ منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔ اب دیکھئے
 کلامت ارجح مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایسا ہی اہل کتاب میں سے مگر وہ ایمان لاوے گا۔
 میرا اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دینے گئے ہیں۔ لیکن یہ

امثال هذه الدعاوى ومن خصائصه انه اذا اخذ بالقرآن نفسك بالانجيل ولذا لم
بالانجيل يجر الى القرآن واذا اخذنا تنسب باوقل وان بكل جهتها تدل بالكشف والاهل
فان طوبى بليل على صدق كنهته تنبعت وتنبوء وتنكس او هو مثل للرضي عن
الموت ليس يحيى فيرجى ولا ميت فيبقى او تغير للنعام اذا استطاع تبا عوا اذا استعمل
نظا نرا قول بقض الله تعالى ان الحق الصبير للابنة المذكورة الذي لا يدع عليه شيء من
تلك الاظهار هو انهم قالوا ان متيقنون بقل الميعين من مريم ورحم الله عز وجل بل فقم
ما قلوه وبما صلبوه فكيف يتصور ان يتقدم بقتله لانه لا يعلم اليقين من صلبا يقتل نفس
الامر واذا لم يقتلها لظن ان مقتله يتحقق اليقين بقتله فكم هم مجادل النعم من القطع و

عقله ان اثرات سالة قاطرة وارد هو لا محالة اليه من غير ان خصائل من ربات ہے۔ اگر ان کے
سحاب قرآن پیش کرتے ہیں تو انہیں طلب کرتے ہیں تجسب جیل سامنے رکھو ہیں تو قرآن طلب کرتے
ہیں۔ جب دلوں میں کئے باوین تو عقل کے طالب ہوتے ہیں۔ پر عقل بھی اگر پیش کیا وے تو
كشف (کھینچتے ہیں۔ تو پر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرکوں سے جو جاتے ہیں فرمکہ
وہ لوگ نہ اوجھرتے رہتے نہ اوجھرتے رہتے۔ ہر ایک دربار سے انکو دھکے ملتے ہیں۔ میاویں کہتے کہ لوگ
شتر مرغ کے مثل ہیں۔ اس پر جب وجہ ڈالتا جا ہیں تو اڑھتے والے اور بن بٹھتے ہے۔ اگر اسے ڈالتا
جا ہیں تو اوجھرتے کھلاتا ہے۔ میاویں کہتے لوگ اس مرض کے مثل ہیں جیسے وہ الموت کے گرفتار کیا
نہ وہ فائدہ اور نہ مرہ ہے۔ اور کسی نئی کئے ٹیل نہیں ہیں۔ فرج نہیں سو ہیں۔ ہر کس سے کیا غرض ہے۔

اے ہم اس پر بیان کریں گے کہ میں طرح پر ہم اور صلف و علف است (انا قلنا المسیخ) سے سمجھتے ہیں
اس طرز پر استحضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ وہ ہے کہ اہل کتاب کہتے کہ
ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جائے۔ پر یقین رکھتے ہیں سوا اللہ عزوجل کی تردید فرما کی کہ انصوح مسیح
کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑایا اس کو نہ مسیح کے قتل ہو جانے پر انکو یقین کہ بیٹھا مقصور ہو کر
اس لئے کہ علم یقینی کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو
اور یہ بھی یقینی ہو کہ نہیں۔ لہذا انکار دعوی کہ قتل کے بارے میں متیقن ہیں باوجود کہ دراصل انکو یقین
مائل نہیں ہے۔ بلاشبہ

[illegible]

صیغۃ المضارع والنور الثقیلة التي تدل على استقبالیة تمتد خوفها بالاجماع من
اهل القول مرجع علیہ شی من التقوض فالذی ذکرناه من المعنی هو المحکم علیہ
بالصیغۃ الصافی عن شوائب الایرادات کاف لدفع الاستکالات یؤمن بالله النص
المتناظر وان اعرض عنه الجاهل المحادل المکابر واستدل ایضا بطور الاستسلام علی اهل
الاسلام القائلین بحیوة المسیح علی السلام بان کل من یؤمن بوجود السموات یؤمن
بتمتع کما علی الاستدارة فلو کان علیہ السلام علی السماء للزم بتمتع کما تحکمه فلا تعارض
بجنته العفوق بل اهل هذا یند بصیرتھا وقد یصبر فرقاً فلا تعین له النزول ایضاً
اذا النزول لا یکون الا من العفوق وایضاً یلزم کونه فی الاضطراب وعدم القرار دائماً
ما دام هو فی السماء وهذا لدفع من العذاب وجواب ان جهة العفوق تطلو حقيقة علی شئ

صیغۃ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔ نزول ثقیلہ جو، نزول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے اپنی
طور پر رہا۔ اس معنی پر اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اثر امن بھی وارد نہیں ہوتا۔ کما جہلنا بطریق
الصافی۔ لہذا جو معنی ہے بیان کیا ہے ایک صحیح کہنا یہ ہے اور اس کے برخلاف الہامات و کتب
کو گنہگار و غیر ویسے مارنا لازم ہے۔ یہی معنی تمام شکالات کے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس پر بالخصوص
مزاج ایمان لاو گیا۔ گو کوئی بے انصاف اور جہل کہو کہ اس سے بخلاف کرے کہ دینی کا اور بھی نزول
الان کے طور پر ہے ہر ایک جو آسمان کے موجود ہونے پر ایمان رکھتا ہے کہنا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آسمان کی
حرکت تہذیب پر ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر آسمان پر زندہ مان لیتے تو واضح طور پر لازم آوے گا کہ مسیح
بھی آسمان کی حرکت سے متحرک ہوں۔ پس ان کا فوق اور اترنا متعین نہیں ہوگا۔ یا یوں کہئے کہ ان کو جو حرکت
فوق متعین نہیں تھیں گی بلکہ اس تقدیر پر مسیح کو کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت ہوگا۔ لہذا نزول بھی
متعین نہیں ہوگا کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جہتین نہیں نزول کا کہاں ٹھیک ہے
یہ اس صورت میں ہے کہ جتنا کہ آسمان پر ہیں غلاب ہوا اور نہ طلب ہیں گرفتار ہونا لازم آوے گا الجواب
وایضاً ہے کہ یہ سوال دینی اور سرسری نظر و الگو علیہ ہی چھپ لیگی۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے قانوناً
مٹائی قسم کے لوگائے ہیں۔ لیکن جو کج بخت یا کسی میں ہیں وہ ایسے مسئلہ کو کوڑیے بھی
نہیں خریدتے ہیں۔ "تقیر الجواب کہ در اصل فوق کا اطلاق اس لئے حفاظ کے

ادعاء البقین مع انتقام العلم البقیدی بہ شہدہ صرفہ و جعل مرکب نفس بل حکم العزیز
المطابق الثابت فی نفس الامر قسم فی شک منہ اعم فی حکمہ مطابق الواقع و لیسوا بالانقیاد
بل ہم یندعون الظن والجمال للکرب لا فہم ما قتلوا و انتقم قتلہ انتقام ایقینیاً بان کما
قولہ یقیناً فیما للنفی لا للمنفی بل رفعہ اللہ الیہ بالرفع الذی بنا فی القتل و ہو الذی
الجمعی دون الرفع الروضی لا بنا فی القتل بل یعامر فی نفسہ لا مری فی اعتقاد الخلیف
و کان اللہ عزیز لا یجوز شئی عن رفعہ علیہ السلام مع جسدہ حکیم فی صنع رفعہ و لیس
احد من اهل الکتاب الا لیؤمن بہ او یحسبہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ و عاکی ایما
ناجیاً کلا ایمان فی حالہ غیر الہاس اولہ یکن نافعاً کما ینفی حالہ الہاس و الا ایمان فی عیسیٰ
حالہ الہاس اعم من ان یكون قبل نزول عیسیٰ و حين نزولہ فہذا المعنی قد روعیت فیہ

جہل مرکب ہے کہ چونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لکھا یا پاسے پوس ہو اسکو
بار میں شک میں نہ لایا میں یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں کہو یقین حاصل ہو کہ میں
اور جہل مرکب کے نام بدل میں۔ وجہ یہ ہے کہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا یعنی قتل کا نہ
پایا جانا یقینی ہے۔ ایسا واسطے ہے کہ یقیناً نفی (ہا) کی قید ہے نہ منفی (قتلوا) کی۔
(بل رفعہ اللہ) بلکہ خداوند عزوجل نے مسیح کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے لیکن وہ اٹھا لینا کہ وہ (بجسدہ)
مناقی قتل ہے نہ کہ لاش کی منافی نہیں یعنی رفع روحی، کیونکہ رفع روحانی واقع اور عزت تمام و حجاب
میں قتل کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے (و کان اللہ عزیراً حکیماً) خداوند تعالیٰ کو مسیح (علیہ السلام)
کے جسدہ پر مرفوع کرنے سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں (حکیم) خدا حکمت والا ہے رفع کے
کام میں۔ نہیں کوئی ایک ہی (میں اهل الکتاب الا لیؤمن بہ) اہل کتاب میں سے
اگر کہ مسیح پر ایمان لایا گیا۔ انکے مرجع سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان انکے لئے نافع ہی ہو جسکا
حالات حیات میں یا نافع نہ ہو جسکا کہ مرگ کی حالت میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت
میں نہیں وہ اس سے عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو
یا انکے اترنے کے بعد ہو پس اس معنی میں غور کرو کہ اس میں بہر حال
ایمان کی حفاظت ہے۔ دیکھو ایک تو

محدب دائیہ و مرکز العالم مرکز دائیہ لا تغیر ولا تبدل فیہا و علیٰ ہذا یقال ان المسیح علیہ السلام لما کان فی السماء الثانیۃ فلا ریب فی انہا بعد من المركز و اقرب الی الحدیب بالنسبۃ الیہ من ہو علی وجہ الارض فیکون فوقہم علی الارض وان سلمنا تتحرک بہ تتحرک السموات فلا یدر عدہ تعیین حجتہ الفوق لہ علیہ السلام بل ما دام ہو فی السماء متصرف بالفوقیۃ بالنسبۃ الی سکان الارض جمیعاً فاذا اراد اللہ تعالیٰ انزلہ امنقل من مقعر السماء وی من محدب السماء الثانیۃ یجئ بہ تیزاً من البعد فیما یدنہ و ینزل بہ فی ذلک الافلاک الا فانما من البعد الذی کان بہینہما و یتناقصر کذلک البعد فیما یدنہ و یدن مرکز العالم من البعد الذی کان حیث ہو فی مقعر الی ان یصل الی سطح الارض و اشتہ فیہ ان الحدیب من الحدیب الاعلیٰ و ما یقر بہ الی جانب مرکز العالم ہو النزل کما ان الحدیب من جانب ذلک المركز الی جانب ذلک الحدیب ہو العروج فلہ یلزم من حدیب

نہیں ہو سکتا و جیسے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلیٰ ہمیشہ اعلیٰ ہے اور مرکز عالم دائیہ مرکز ہی ہے نہ اعلیٰ نہ خیر و نہ تبدل ہوتا ہے پس بنا بریں کہا جا سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بنسبت مرکز کے زیادہ نزدیک ہیں زمین کے باشندوں کی نسبت فلک الافلاک سے طرف بالا سے زیادہ نزدیک ہیں۔ لہذا مسیح علیہ السلام زمین کے باشندوں سے فوق ہو گئے۔ گویا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کر لیا جاوے۔ اچھے دیکھئے کہ جہت فوق معین ہوا لیکہ جب تک مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں تب تک باشندگان زمین سے فوق ہی کھلائیں گے۔ چہ نسبت کہ خداوند تعالیٰ انکے نزول کا ارادہ فرمایا تھا۔ تو یوں گا کہ مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف بالا پرستے کرتے کہ نیچے ہوا تاکہ آفاقا انکے لاکھ لاکھ طرف بالا سے بنسبت اعلیٰ بیدار ہوا گیا اور وہ بعد جو اکوڑ سے آگے نہ جاتا ہو گیا تاکہ زمین کے سطح پر آئے اور نیچے آسیرا کو نزول کرتے ہیں کیونکہ یہ بات معانیہ ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا یا اس طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک ہے حرکت کر نیو نزول کی ہے یہ جیسا کہ مرکز عالم سے فلک الافلاک کی طرف بالا کی طرف حرکت کرنے کا نام عروج ہے۔ پس آسمانوں کے تہارت

پر متحرک ہونے سے

الحظ الاول انہ من جانب داس الانسان باطبع من محذب ذاك الافلاك وجهة
 القصد على من يتقن ذلك الخط على دجل و من مركز العالم وهما ان السجنان لا تتبدل
 عوض و يطبق القوق والحق على السجود التي بين المركز وبين المحذب ايضا لكن
 اطلاقا اضافيا لا حقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن ان يضاف بكل الوصفين
 من العوقية والتجنية مثلا محذب ذاك القوق متصف بالعوقية بالاضافة لا المقترنة
 وما بعد من الحدود المتقاربة الى المركز ومتصف بالتجنية بالنسبة الى سائر الافلاك
 فضلا عن العوقية فوق وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حد يضاف بين المركز وبين
 محذب الفلك الاعلى فما كان منها اقرب الى المركز وابتعد من المحذب فهو تحت وما
 بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقة في ان ما يتركب منه ما بالعوقية لا يمكن ان يضاف
 بالتجنية وما يتركب بالتجنية لا يمكن ان يضاف بالعوقية لان محذب الفلك الاعلى

جوانان کی سرکطرف جس وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو۔ یا بیٹھا ہو کہینچا جائے۔ "منتہیہ پر کیا
 جاتا ہے۔ وہ فکاک الافلاک یعنی عرش کا طرف بالاس ہے۔ (راہبہ) نیچے کا طرف) اس کا
 اطلاق اس خط کے منتہیہ پر ہوتا ہے کہ انسان کے پاؤں کے تلے سے کہینچا جاوے اور وہی
 مرکز عالم ہے۔ یہ دو چیزیں کبھی تبدیل نہیں ہوتی ہیں۔ لہذا حقیقی کھلاقی ہیں۔ فوق و تحت کا
 اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز عالم اور فکاک الافلاک کی طرف بالاسے مابین ہیں کیا جاتا ہے۔ مگر
 یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے۔ ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے فوقیہ و تحتیہ سے موصوف ہوتے
 ہیں مثلاً کہیں کہ انسان دنیا کا سطح بالا فوق ہے اور اسی آسمان کا وہ طرف جو نیچے کہے نسبت مذکور
 تحت ہے۔ اس واسطے کہ جتنے نزدیک اس کی طرف ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں اسلئے یہ نسبت
 طرف الیٰلہ اعتبار نیچے طرف کی نسبت اسے فوق اور دوسرے اعتبار باقی افلاک کی نسبت اسے تحت
 ہوا حال کلام یہ ہے کہ جو دو طرف مرکز عالم اور فکاک الافلاک کے مابین جن کئے جاویں انہیں جو مرکز کو
 زیادہ تر قریب اور فکاک الافلاک کی طرف بالاسے زیادہ تر بعد ہو گا وہ تحت ہے اور اس کا برعکس فرق ہے۔
 دقیق دو چیزیں ان کے خلاف یہ کہیں کہ جو چیزیں فوق کہلاتا ہو وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو تحت ہو وہ ہرگز

المخلوق حجة السفينة وهذا القول وان كان مرد وخابان الارض خات، مبدئ میل -
 مستقیم طبعاً، كما يظهر من اجزاءها المنفصلة، فيمتنع ان تتحرك على الاستدارة، وبانها
 لو كانت كذلك لما وصلت الطيور الى ما توجهت اليه من جهة المشرق عند طيرانها من
 المغرب الى المشرق وان كانت المسافة التي بين مبدئ مسير الطيور وبين مستهاه مستقيمة
 الا بعد مضي اكثر من يوم وليلة، وبانه على هذا كان يجب ان يتغير جميع ما في الجحش من
 الطير ويغير كماله الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر من جنس ما لا يغير نفسه الا راداً الى
 المشرق والمغرب وذلك لطول مسير الطيور وسرعة حركته الارض ويوجوه اخرى تركها
 ذكرها وقوله تعالى شانه والفرخ الارض رواى ان تتركه وقوله انكم يسمعون جملها
 هو تارة كشيء اسكس مخالف لطف كماله في تارة كشيء كماله اسكس كشيء معز اسكس
 (يعني زمين کا شکر ہونا) گوروو ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا کمال یا نور
 کو پسند کرتے ہیں انہوں نے کیا نہیں سوچا تھا کہ اس طرح تمام باشندگان زمین بتلاقی قلوب شکر ہیں پھر اگر
 باشندگان زمین کو اس سے منسوب ہونا لازماً ہے تو وہ کیوں اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں کرتے
 معز کسی کی یہ سلمان کے اور نہ کسی دوسرے فلسفی کے اس مذہب کو نہیں دلیل باطل کیا البتہ علماء التمام
 کو کھڑے کے لئے یہ تہان ہے عقلمند تھاس غائب کی دلیل پسند نہیں کرتے۔ یہی ریات کہ زمین کا سطح ہونا
 یہ ایک مردود بات، سو اس کی وجہ اور نیز وجہ قلاب و جوال کہ زمین میں طبعاً حرکت ہے قیام کے میلان کا مبدئ
 موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مستقبلہ و مستدیرہ پس میں غائب ہیں کیونکہ مستدیرہ تو وہ حرکت ہے جو کہ گولائی
 پر ہو مستقبلہ و مستدیرہ حرکت ہے کہ ایک سیجہ خطہ ہو اور یہ بات کہ میں بیان مستقبلہ سے اس شریکیت
 ہے کہ جب ہم زمین کے اجزاء الیسیں اور انکو چٹکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ لہذا زمین کی
 استدارت پر چٹکی ہمارا مسلم نہیں ہے۔ دوسری وجہ اگر اس طرح مردہ حرکت ہوئی تو چاہئے تھا کہ جب خطہ
 مغرب کی طرف اڑتا ہوا مشرق کی جانب جاتا تو وہ منزل مقصود پر نہ پہنچتا۔ مگر وہ گزرتے دن اور رات
 کے اکثر حصہ کے گوجہ گتہ سے اسے غیر شروع کی ہی اس سے مقصود تک تھوڑی سی مسافت پر والاکہ و اقتراب
 اسکے خلاف حاملہ ہے تمہی ہی وجہ کہ اس صورت میں چاہئے تھا کہ جتنے جاہل زمین گمان کے مابین ہیں
 انکے بار میں بھی خیال کیا جانا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کرتے ہیں خواہ وہ بالارادہ آپ ہی مشرق کی طرف نہ

یخترت السموات علی الاستدراة علم تعین النزول له وایضا الییزم من تحركه یخترت السموات کونه مضطربا و فی نوع من العذاب الا تخرج الی الذی ذهب الیه اهل الهيئة الیوم من الافترج ان الشمس فی وسط الکواکب التي تدور حولها واولاها البیرلجا حرکت حول الارض بل الارض حرکت حولها وان الارض احدى السیارات عندکم وهو عطارد والنهدة والارض والمریخ و سنتقال بعضهم ان الارض هی التي تتحرك هذه الحركة السریعة الیومیة من المغرب الی المشرق و بسببها تتحرك الکواکب طالعن و خارجا عنها فان حرکت کذا کذا وكانت الکواکب ساکنتا ومتحركة الی تلك البجته آریضا لكن بحركة البطء من حرکتها ظهر لنا في كل ساعت من الکواکب ما كانت متحركة بحركة الارض فی جانب المشرق واحتجبت عنا بحیدرهما فی جانب المغرب كانت ظاهرة لنا فیتخیل ان الارض ساکنه وان الکواکب هی متحركة بتلك الحركة السریعة الی خلاف البجته التي تتحرك الارض الیه کما یخیل ان السفینة البحاریة فی الماء ساکنه مع کون الماء متحرکا

نزل کا غیر متعین ہونا لازم نہیں آتا۔ نہ انکھا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اضطراب غلاب میں ہونا ضروری ہوا۔ کیا دیکھتے نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت والے اور انگریزی ڈاکٹر ان کا یہ منصب ہے کہ آفتاب جہتاروں کے درمیان ہے اور وہ اس کے گرد گھومتے ہیں۔ انکی حرکت کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کے گرد گھوم رہے ہیں بلکہ زمین ہی ان کے گرد گھومتی ہے۔ کہتے ہیں کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے وہ سیارہ یہ ہیں یہ عطارد۔ زہرہ۔ زمین۔ مریخ۔ و سہ۔ انہیں سے یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ سہریہ کہ جس طرف سے مشرق کی طرف دن ہر میں ہوتی ہے زمین ہی کی حرکت ہے سہریہ ہلستارہ کبھی ہلے کبھی چپے ہوئے معلوم دیتے ہیں کہ یہ زمین جبکہ مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارہ ساکن ہوتے ہیں یا وہ بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں لیکن زمین کی حرکت سے انکی حرکت بہت ہی بڑھی ہے۔ تو ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں میں مشرق کی اس سو پہلے غائب ہوتے تھے۔ ہماری نظروں سے ستارہ جو ہر نظر آتا ہے مغرب میں ہماری نظروں سے غیب ہوجاتے ہیں اسی سبب کہو یا آفتاب کہ زمین ہلکے اور ستارہ ہی حرکت ہو رہے مشرق کی طرف کھینچ کر لیا کرتی ہیں اور ہم چلتی ہل رہے ہیں اس طرف کو نہ

مقرب کا حقیقتہ وقد ورد انہ یجعل الیوم العرش اربعون المائۃ وثمانین مائۃم یوم القیامت
 قال عز وجل ویجعل عرش ذیك فوقہم یومئذ نفا ابتداء یوم القیامت وعلیٰ هذا کیف
 یستقیم یكون الفلك مصلحاً بالبحرۃ المستندقة وما ورد فی القرآن انما هو سیر الکر والکواکب
 قال تعالیٰ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الیل سابق الی ہما وکل فی ذلک یجمعون
 وقال کل حیث یرى الی اجل مسمى وقال ما اعظم شانہ فلا أقسم بالبحر والکس وفیر
 بالنجیم الخمسة زحل والمشتري والمریخ والزهرة وعطارد ولئن سلمہ یكون ذلک الفلك مصلحاً
 فلا سلمہ لانه یلزم یحترک یحترک سائر الافلاك لان الشرع لم یرد باضال الافلاك ذیما
 یدیکھ ابل ورد علی انفسا لھا کما یظهر من تتبع الاحادیث ولم یثبت کونھا کرویۃ
 بل ورد ان الارض بالنسبة الی السماء الدنیا کحلقۃ فخلقة وھذا لاسماء الدنیا بالنسبة

بالفعل ما یروہ شتوں نے اوٹھائے رکھا ہے۔ دیکھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کو سب کو اٹھ
 فرشتہ اٹھائیں گے پھر سب کو ان الافلاك کا متحرک ہونا یا وجود ان اخبار و آیات کے سبب
 ہے ہرگز نہیں ان قرآن میں ستاروں کی حرکت کا نیک ذکر ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے
 انما قیام چاند کو نہیں کچھ سکتا اور نرات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک کی آفتاب
 اور کیا چاند اور دوسرے ستارہ آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک انہیں سے ایک
 وقت میں تک سیر کرتا ہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ مستاروں کی جو پیچھے
 ہٹ جاتے ہیں۔ غیب ہو جانے والے ہیں۔ اور یہ ستارہ یہ ہیں۔ ”زحل۔ مشتری
 زریخ۔ زہرہ۔ عطارد۔“ اگر ان بھی لیں کہ ان الافلاك متحرک ہے لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کریں گے
 کہ باقی آسمان اسکی متحرکیت سے متحرک ہیں۔ اسلئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا کہ اگر شمس و
 آسمان کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے بلکہ شمس ثابت ہے کہ آسمان پہلے ہی دروازہ
 فاصلہ رکھتا ہے۔ چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے کو ظاہر ہو گا۔ نیز آسمان کی کرویہ بھی شمس سے
 ثابت نہیں ہے۔ بلکہ شمس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے مقابلہ میں ایسی ہے کہ جیسے
 کسی میدان میں حلقہ چلا ہوا سب طرح آسمان دنیا در حلقہ چلتا ہے۔
 اور دوسرا قسم سے کی نسبت ہے۔

الغلاب اللائی عنوع مطلوب دلیلہ والی لہذا کہ وقد عرفتم مفصلاً وتواصل فیہ
بالنظر الصائب یظهر انکشاف مبلغ انکشاف فی علم الحقیقۃ ودکر فی القواعد الهندسیۃ
لینکشف لک حقیقۃ دعولہ من المجددیۃ والحیثیۃ ولقولہ المقتدری فی ادعاء
المسیحیۃ واعتراض علی العلماء الاملاہیۃ عرف قولہم بان الفلسفۃ القدیمة تشہد
بان الجسم العنصری للانسان لا یتکون ان یتلغ الطبقۃ الثانیۃ ہریرتہ وبان اهل فلسفۃ
الیوم قد حققوا بنی سطر الصعود علی بعض الجبال ان اھو قیر رؤس تلك الجبال مضرة
صناقیۃ لصحتہ البدن بحیث لا یتکون ان یتقیحہا حین وصولہ فی تلك الاھوۃ فاقفا
سوا فی الفلاسفۃ ولولہا حقہم علی ان الجبال ارتقاء المسیر علیہا لسلام الی السماء اذ لا یمکن
الارتقاء الیہا من الوصول للطبقۃ الثانیۃ ہریرتہ ونقدہ فیہا فارتقاء الصعود الی السماء
والوصول الی تلك الطبقة لما کان غیر ممکن امتنع صعودہ الی السماء لہذا سلام عدم امکان

کراسہ! غلط ہے۔ ان میں سے کوئی نہ کہ منوع سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے دلیل طلب کرتے ہیں
مگر وہ دلیل کہاں یہ تو یوں ہی نقل ہے۔ جیسے جو کچھ مفصل طور پر بیان کیا ہے وہ معلوم ہو چکی
گیا ہے۔ اس میں ناظرین خوب تامل کریں تاکہ ادبانی کے ہیئت وافی اور ہندسہ بھی بخیر
علوم کے حالات معلوم ہوں۔ ان کے مجددیۃ و محمدیۃ و مسیحیت کے دعویٰ کی ہمارے
روشن ہوئے کا ادبانی علماء اسلام پر اسطورہ یعنی اسے ارض کرنا ہے کہ پرستہ فلسفہ ثابت
ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبعاً مہریرتہ یک مرکز رسانی نہیں۔ زائد حال کے فلاسفہ نے بھی یوں
یوں کر کیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں پر جا کر معلوم کیا کہ انکی چوٹیوں پر اس درجہ کی ہولنا
کردہ انسانی جسم کو سلامت رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر مرکز زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس
مستقیمین اور مشاہدین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوج علیہ اسلام اگر آسمان پر نہ چڑھے
ہوں کیونکہ کدہ شدہ سقد سردی ہے کہ آدمی وہاں پر بھیچے نہ ہی مر جائے گا لہذا آسمان تک
بیوج علیہ اسلام کی رسانی مرکز منظور نہیں۔ پس جبکہ بقدر زہریرتہ تاکہ پہنچنا ہی غیر ممکن
ہے تو آسمان پر بھیچنا بھی نہیں ممکن تھا اس لیے کہ جب مہریرتہ ہی ممکن
نہیں تو معدہ کیسے ممکن ہوگا

المصاعف الثانیة والثانیة بالنسبة للاثالثة وهكذا والکل من الکرمی وما تحته
 بالنسبة الی المربع کثرت فی فلاة وظواهرها لو كانت کرویة لما صبح هذا التمثیل
 واذالم یثبت کرویة الافلاک لم یثبت حرکتها علی الاستدارة ولما لم یثبت الافلاک
 فیما بین الافلاک لم تسلید یتحرك فاک الافلاک لا یلزم تحرك ما تحته من الافلاک
 بل عرفت ان نفس حرکت الفلاک الاعلیٰ ایضا لم تثبت فلم یرد ما زعم المستدل بطریق
 الالزام تعلیدا للادوہام العامة وحاصل کلامنا هذا کله ویرود متعاقبا متعاقبا
 علی استکماله باننا لانکون الفلاک الاعلیٰ متحرکا ولکن لم یثبت کرویة فلابد انما متحرك
 علی الاستدارة ولکن سلمناه فلا تسلان ینحصر کله یلزم تحرك باقی الافلاک لتوقفه
 علی اتصالها والاتصال فلا یلزم تحركها حتی یتحقق من عمومہ ولکن سلم کل ذلک فلو
 المحذورات الثلاث من عدم تعین جهة الفوق لم وعدم تعین النزول له وکونه فی
 باقی علی بلا القیاس بسبب ان کروی کے اور کروی سے متحرک کے فاک الافلاک کے ساتھ اس طریقہ
 کی مانند ہر جو میدان میں پڑا ہو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے اگر آسمان کرے ہوتے تو یہ
 تمثیل صحیح ہوتی اس واسطے ماننا پڑے گا کہ وہ کروی نہیں ہیں پس جبکہ کرویہ نہ رہی تو خود حرکت متذیرہ
 بھی جاتی رہی کہ یہ حرکت تیرہ حرکت ہے تو وہ وہی متحرک ہوتا ہے جو کروی ہو لا غیر جبکہ آسمان کے
 باہرین اتصال ثابت نہ ہوا تو اگر ہم فاک الافلاک کا متحرک ہونا ان بھی لینگے تو اسکے متحرک ہونے سے
 اسکے ماتحت ہونا و کما متحرک ہونا لازم بخیر لوجیکہ تہ جان چکے ہو کہ فاک الافلاک متحرک بھی نہیں نیارہا
 جو کچھ کا وہانی کے لازم کے طور پر تبدل عام خیالت کی تعلیل سے پیش کیا تھا ہرگز پیش ہونے کے قابل
 نہیں ہے اور محسوس ہر وہ ہے ہماری ساری تقریر کا حوصلہ ہے کہ ہم انکی تبدل ہو گوناگون پھر درپے
 ترتیب سے وارث ترتبات وار کرتے ہیں یا بطور کراوات فاک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں اگر
 یہ لینگو تو پھر اسکا استدلال پر متحرک ہونا نہیں مسلم ہے اسکو بھی اگر ان لین تو یہ تسلیم نہیں کرتے
 کہ اسکی حرکت سے باقی ان بھی متحرک ہیں کیونکہ یہ بات آسان لگنے آپس میں متصل ہونے پر متوقف ہے۔
 لیکن وہ متصل ہی نہیں ہیں اسکی حرکت کیوں کہ اسکا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا اگر ہم یہ تسلیم کریں
 تو ہوا کیا کہ نہ جہت الفوق اور نہ نزول تعین ہوتا ہے اور ضرورتیں سیر کا غلاب الخ میں تبدل ہونا لازم

ومن المعلوم بالبدل هذه العقلية ان تلك الكيفية تقتضى وتضعف حسب مسامتة الشمس كما في النهار وعدم مسامتتها كما في الليل ولا خلاف اجزاء الطبقة فيها صيفا وشتاء وشمالا وجنوبا فاختلافها كذلك ادل دليل يفيق فيها ذاتها لها واما كرها لامتة لتلك الطبقة فذلك اما باعتبار ذاتها واصلا وهو نفس البعوضة وظاهرها لانتها في كبحه الانسان واما باعتبار مرتبة معينة من مراتبها الثمانية لها فهي غير معينة بعد وبعد تسليم تعيينها ذلك واما غير مسلم فاين الزوم ولش سبب الزوم فذلك الزوم عادي لا عقلی

کبری شدیدا وکبری ضعیف سے موصوف ہوں پڑتا ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ جب شب ب طبقہ کی سمت پر ہو جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البروت ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامتہ نہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ رات میں نیز اس میں تشکیک اسوجہ سے ہی ہے۔ کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اسکے اجزاء سردی میں برابر نہیں ہوتے کیا جیسے کہ گرمیوں میں سردی ہوتی ہے ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ بڑا نہیں بلکہ جاڑے میں شدید البروت نہیں ضعیف ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کیفیت اس طبقہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے البتہ اس کیفیت کا طبقہ مذکورہ کے لازم سے ہونا سویرا اس طرح ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نفس (یعنی بلا شائبہ و بلا ضعف) اس کو لازم ہو۔ لیکن یہ بلا ہے کہ اس پر وہ انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے ماریتی ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں ہم تو اصل پر وہت کو لازم نہیں کہتے بلکہ اسکے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ اپنی تک معین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کو ناجی تسلیم کریں لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ کبھی اس طبقہ و جدول میں قرار پائے گا کہ ان کا اپنا ہی لازم بھی مانا لیکن مستفسر ہے کہ وہ لازم عادی ہے یا عقلی عقلی تو نہیں ہے یا عقلی کو ہی منظور کرنا چاہیے

المعدل عدم المكان المعدل ولا يخفى عليك ان كل ذلك سفسطه وترمين الى باطل
وقم به للفاسد لاطل لا يسترو هذه على اليب العاقل فان سارت عليه متاع
صعوجه عليه السلام من عدم امكان وصول البدن الانساني الى الطبقة الزهريرية
معلا بما فاقها المحيطة الانسانية وسلك ان عدم امكانه اليها يتوقف على عدم امكانها
استواء جميع اجزاء الطبقة في هذه الكيفية المصرة وهذا ممنوع لا بد لمن دليل بل باعتبار
اختلاف نسبة اوضاع الشمس الى العالم العنصرية يشهد العجل من بخلافه ومنها
كدها ثابتة لذلك الطبقة في مرتبة ذاتها اثبتت الذاتيات الثلاث بحيث يستحيل
انسلخ تلك الكيفية عن هذه الطبقة في مرتبة ذاتها وهو ايضا ممنوع فان نسبته
الكيفية الى الطبقة لو كانت بهذه المناسبة كانت ذاتها لو كانت في مقها ان لا
تشكيل في الماهية ولا في ذاتها والاشكال في المتكيفات انما يكون بالثبوت لفظ

(سواء سلكوا في كجها عدم بعد الوتر وسائر كس لئلا سبب هو جبهه پہلا قدم دوسرے قدم کے
لئے) الجواب یہ ساری تقریری ہی متعرض کی گویا باطل کو نیست دینا جو تائبہ کو سونے کا پانی پھر کر سٹو
کے ہوا و چننا ہے لیکن ایسی ہوا وٹ ڈھنڈر ٹسے کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وچہ رہے کہ طبقہ زہریہ
تک بدن انسان کا وصول ممکن ہے اور اسکا ممکن ہونا اگر مسلم نہیں ہیں سچ علیہ السلام کا انسان پر
چڑھنا ہی متنع نہیں ہوا یہی بات کہ انسان وصول کیوں نامکن نہیں۔ سواسلی وجہ یہ ہے کہ اسکی
نامکن ہونا چننا امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ طبقہ زہریہ کے تمام اجزاء اس ضرورت کی کیفیت میں برابر ہوں
لیکن ہم اس برابر ہی کو تسلیم نہیں کرتے اسکے لئے کوئی دلیل چاہئے گا اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ تمام
کی ہوا وٹ کو غفلت و غماہ کی طرف گونا گونی بہتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ زہریہ
کے اجزاء کی سردی برابر نہیں۔ دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زہریہ کی ذات کے داخل ہو جیسے کہ ذاتیات
ذات میں داخل ہوتے ہیں اس طرز پر کہ وہ سردی اسکے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر بھی
مسلم نہیں کیونکہ اگر سردی اسکے ذاتیات سے ہوتی تو چاہئے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف
کے ساتھ موصوف ہو حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے۔ جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہو سکتی۔
اسکے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات ذاتیات میں جسکے نہیں لیکن طبقہ زہریہ کیونکہ شکستہ ہونا ہی ہے

کون بنود تھا بالبع وبالعرض لان عنصر الهواء بحسب ذاتها حار رطب کما
 هو عمره وکتب الطب ولما تکن الکيفیة ذاتیة لها ولا لازماً عقلياً یمتنع انفکاکها
 عنها فجاز انفکاکها عنها حين صعود المسیم علیہ السلام الی السماء لا مکان وجود
 ما یقفه کسوروة البرودة عن مسير من تلك الطیقة من تجاوراة الادخلة
 الغلیظة المشتعلة التي ترونها صور مختلفة کالینازک والرماح والحوامات ذی
 القرون وغيرها سواء كانت الادخلة المشتعلة هندیة متصلة یا الارض التي
 تسمى بالبحر یق او غیر متصلة بها فلم یمتنع صعوده علیہ السلام الی السماء من
 احل البرودة المفرطة التي فتلک الطیقة الکائنة فی مسافت ذهابه الیها ومنت حرارة
 کرة النار لمسیر الیه کذلک لما عرفت من ان الحرارة للآلزام عادی یجوز انفکاکها
 عنها ولوائها ومن الامور المتعددة التي قلنا بتوقف عدم امکان وصول الیها

باوجود اسکے کہ وہ بالعرض سر ہے کیا حال ہوتا چاہیے کیا معلوم نہیں کہ عنصر ہوا
 بظہننا گرم تر ہے وکیہ وکتب طب چونکہ سردی نراسکی ذاتی ہے اور نہ لازم عقلی۔ تو اس کا
 اس سے جدا ہونا کیسے ناروا ٹھرے گا۔ لہذا بروقت صعود مسیح علیہ السلام کے سردی کا
 نابود ہونا جائز ہوا اسکے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت میں وہ چیزیں موجود ہو گئی ہوں
 جو سردی کی تیزی کو دور کر نیوالی ہیں۔ جیسے کہ غلیظ دھویرل کے پاس ہی جلکر روشن ہوئے
 ہوں چنانچہ اوقات وہی ہوں جلکر نیرنگی شکل اور سیگنڈلے جیوان وغیرہ کی ہیئت میں
 دکھ لائی دیتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ آتشے لپٹے ہوں کہ نہیں۔ سے متصل ہو جائیں بلکہ کبھی
 سے متصل بھی رہی جاتے ہیں بلکہ ان اس صورت پر ان کا نام حریق ہے اور کسی زمین سے متصل نہیں
 ہوتے پس چونکہ ایسے حساب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں جیسا ہونا ممکن ہوا۔ تو مسیح علیہ
 السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن تھا ایسا بدایہ کو سکے کہ وہ تہہ بہ تہہ سے اوپر ایک اور طبقہ ہے
 جو جلیلے والا ہے تو مسیح اس سے بچ کر سطح آسمان پر چڑھ گئے۔ تو وہ ہم ہو کہ یہی غلط ہے کیونکہ حرارت آگ
 کے لئے ایک عادی لازم ہوا اسکے کہ آگ نار ہو جانا جائز ہے۔ گو یہ جلالی آتی ہو۔ بروقت لازم عقلی

یتنعم انفسک الذین ملزومہ مکمل یتنعم انفسک التزوید عن الاستین والادوم
 العادی یحیون انفسک الذین ملزومہ کلزوم السکر الخمر فانه لازم عادی للتجسس و
 الذین یفک عن الخمر بالعلم والخل والحراة للناکذ الذین لا ملزوم عادی والذین لا طبعاً
 الله تعالیٰ فی قلوبہ علیہ علیہ السلام بقولہ عن وجہ قلنا یا ناکذی برؤا وسلاماً
 علی ابرہیمہ فانقادت وتبردت کما الخیر بن عن وجہ فما کان جواب قومہ الا ان
 قالوا املکوا وحر قوع فاحمد الله من الناکذ کیف ولو کانت الحراة لازمة لہا بالزوم
 الثاني لا تنقث النار من حال الحراة وتکر المؤمن ان النار تبردت علی اے مسلمہ
 الخولانیہ حین امر بمسئلۃ الکذاب بتار عظمتہ حق اشتعلت وقوتہ قوت فام بالفاء
 ای مسلمہ ہما خالقہ لہ تضرہ النار فاذا کان حال الحراة بالنسبۃ الی الناکذ الذین لا ملزوم
 ان حراۃ ہما لہا قضا فاما بال البروۃ بالنسبۃ الی الطیفة الزہریۃ من الہولوم

ملزوم سے کہی چہا ہوا جب کہ روکے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجہ کا وصف ہے اس
 کہی چہا نہیں ہوتا۔ عادی لازم کا اپنے معروض سے جدا ہونا چاہئے نہ دیکھو نہ کر نہ اپنے
 لئے عادی لازم ہے ایسا واسطے اگر ہمیں نہک یا سر کو ڈال دیا جاوے تو سر نہ اہل ہوگا حرارت
 آگ کے واسطے عادی لازم ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں
 آگ سے خطاب فرمایا کہ اسے آگ تو نیک سر ہو یا برہم کہ اسے لے۔ پس آگ سر ہو گئی۔
 چنانچہ اسکی نمود حق سبحانہ و تعالیٰ ہے کہ ہر ہی ابراہیم علیہ السلام کو تو قوم نے جڑا سکے اور کچھ نہیں کہا کہ
 ابراہیم علیہ السلام کو تو مل کر ڈال دیا اور پھر خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا دیا اس سے ثابت
 ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو ایک عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہو گئی تھی کیونکہ اگر یہ لازم ہوتی تو
 چاہئے تھا کہ حرارت معدوم ہو جاتی ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا اس سے عورین نے
 بیان کیا کہ مسئلۃ الکذبات ہے۔ ای مسلمہ غلامی کے جلا میں کھڑک دیا تھا اس لئے قوم نے انکو آتش سوزاں
 میں ڈال دیا مگر وہ جلے آگ سر ہو گئی تھی۔ اب دیکھئے یہاں بھی حرارت آگ سے جدا ہو گئی تھی
 پس جبکہ آگ سے حرارت کو باد جو و آگہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے یہ نسبت ہے تو سر دیکھا
 یہ نسبت طیقتہ زہریہ کے جو ہونا کا ایک مرتبہ ہو

واهتمام البیان وامتثالها فیحصل التقديس فی الایة فتلحق القواصل قلعة تعین
 افادة الحصر لئلا تسلمنا ذلك فباعثنا بالاکثر لاعتبار الكل ولو باعتبار
 الكل ایضاً فبحصر صور الحيوة فاعلمنا سموت الذي هو محل للكون والفسا
 دون الحيوة المطلقة التي من جملة ما الحيوة السما وتناولوا تعلق الاخصار بالحيوة
 مطلقاً انتقض حيوة اصحاب الجنة والجنة وصحیوة اهل النار في النار ولا يدر اعتبار
 الحيوة الناسوتية ایضاً من التقيد بغير الالحوال والا انتقض جزا في الهواء
 بواسطة الطیران علی طریق خرق العادة كما وقع لبعض الکبراء ولبا سطة الذرکون علی
 البواب الدخانی الشراکنا هذه کثیر من ابناء الزمان فلما نفاة حیدین بین الصديق
 بقوله تعالى المذكور و بین الصديق يكون المسیح بن مریم حیاً فی السماء كما لا یخفى علی

اور ناصلوں کی رعایت سے اور کسی بیان کے تہام کے لئے ہی ہمارے پیر کا تقدیم ہو سکتا ہے وغیرہ۔
 پس آیت مذکورہ میں جی ہمارے پیر کا تقدیم ہے کمالوں کی ہونہشت کر کے بھی ہو سکتا ہے لہذا تقدیم کا
 صرف حصہ کے دلچسپی ہونا تعین نہیں ہوا۔ اگر ان بھی لکے کہ یہ تقدیم صرف حصہ کے ہی دلچسپی ہے تو
 بریں تقدیم ہو سکتا ہے کہ یہ غلط کیا تشریح آدم کے لئے ہو نہ بل کہنے اگر اسے باعتبار کل کے بھی لیکو
 تو ہم اس کے قائل ہیں کہ ایسی حیات سے خاص ہو جو عالم کون فساد میں ہو۔ میرا کس ہو مطلق حیات
 وار ہے جبکہ افزائش سماوی زندگی ہی ہے اس لئے کہ اگر یا خدا مطلق حیات سے متعلق ہو تا تو
 چاہئے تھا کہ اس آیت کا مفہوم ہستیوں اور ذرئیوں کی ابتداء زندگی کے ساتھ منقوض ہوا نہ ہو
 ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مشام ہے نہ جبکہ ہر کس سے عالم کون؟ ماد کی زندگی وارہم
 میں کہ تو اس میں کثرت احوال کی بھی قید لگانی چاہیے ورنہ یہی منقوض ہو گا۔ وہ ہیں کہ اسی عالم میں نیز
 احوال میں جیسے انسان صرف زمین ہی کے اوپر تمام زندگی میں نہیں کرتے بلکہ دوسرے کائنات میں خرق
 عادت کے طور پر بھی کچھ حصہ زندگی کا اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے حالانکہ اہل التہنیم و ذرین
 پر نہیں لیکن یہ ایسے لوگ جو کچھ خرق عادت و کرامت کو نہیں مانتے ہیں لہذا لکے لکے انہوں کو موافق
 تمیزیل و دیگر دوسرے لوگ غیارہ پر نہیں لکے جو کہ میرا کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہر مانوں نے اس تمام کو
 دیکھ لیا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ میں حصہ کو لیکر اس سے میں زمین پر پس اس تہذیب ہو کہ ایت مذکورہ

صلہ کون و فساد کا حصہ ہے یہ کہ اگر اس صورت کو قبول کرنا اور اس پر چھوڑ دینا چاہیے یا نہیں یہاں ہے تو وہ
 صورت مانیکہ جو کہ صورت ہی ہے اس لئے کہ قبول کرنا ہے ۱۱ ص ۱۱۱

مناسوبی کیفیت البرہیتہ فیکف اذا انتق کل من هذه الامور الموقوف
 علیها اعتراضه واستلزام انتفاء الموقوف علیہ لانقضاء الموقوف من المعلوما
 بالضرورة۔ واستدل ایضاً بقوله تعالى فيها تخيون وفيها قوتون ومنه
 تخرجون وقد يتبدل ان في الآية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل عن
 تخيون وذلك لفائدة التخصيص فيقول معناه الى انه لا حيوة لاحد من بني آدم الا في
 الارض فلو كان المسيح عليه السلام حیاً في السماء لزم بطلان هذا التخصيص المستفاد
 من قول الله عز وجل فالاذعان بقوله تعالى وفيها تخيون لا یجمع مع القول
 بكونه حیاً في السماء فلا بد من القول بكونه ميتاً كما شرک الانبياء عليهم السلام و
 كونه مرفوعاً بالرفع الروحاني دون الجسدي اقول بتوقيفنا هذه عن محل التخصيص
 في فائدة الاختصاص بعد وشل بل المقدم قد يكون لا خاضاً لحرکة عاينة القوافي والقوافي

برابر ہونا مانا گیا تو جواب یہ کیا ہے۔ پس فرض ہی سمجھ لو کہ کادیانی کا اعتراض جہاں اس پر
 موقوف ہو وہی جسکے حسب بر ترفع ہوں تو اس کا کہاں ٹھکانا ہو گا۔ آخر یہ تو معلوم ہے کہ
 کہ جب توفیق علیہ ہی نا ہو تو موقوف بھی بالضرور معدوم ہونا چاہیے۔ کادیانی اپنے دعویٰ کے
 لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ زمین پر ہی زندہ رہو گے
 اور وہیں پر مر جاؤ گے اور وہیں زندہ ہو کر محسوس کیے جاؤ گے۔ اس کے استدلال کا طریقہ اور
 تہذیب یوں ہے کہ آیت میں صراحت ہو (فیہا مہتبا) : فعل (تخيون) موقوف (تخرجون)
 کے ساتھ متعلق ہو۔ مقدم کیا گیا ہے اور یہ مقدم حصہ کا فائدہ دیتی ہے اسلئے آیت کا منہ پر یہ کہ زندہ
 نہیں کسی ایسا انسان کے لئے مگر زمین ہی پر نہ اور نہیں۔ پس اگر یہ سمجھ آسمان پر زندہ ہو گے تو اس حصہ کا
 باطل ہونا ضروری ہو گیا۔ لہذا ہم مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور پر اس آیت کے مضمون کیسے
 اذعان کر سکتے ہیں۔ لہذا ماننا چاہئے کہ یہ عمر زندہ نہیں ہیں بلکہ مسیح ہی ایسے ہی مر گئے ہیں جس کو اور
 حقارت نہ کیا۔ اہل اسلام ہر جگہ پر مسیح ہی وہ بھی راہی مروج مروج ہوئی ہے۔ یہ مجسمہ۔ جواب تقدیم کا
 افادہ حصہ ہی میں حصہ نہیں ہے کیونکہ اسکا مقدم کر لینا دوسرا اعتراض کر لیں ہی ہوتا ہے جیسے کہ تقدیم

اوالنبوة وفي هذا تحقير لهم ولا يناسب ذلك لعلو جلالهم وقد تقرر في كتب
 العقائد ان الانبياء بعد ان تقال لهم من جوار الدنيا لا يزلون عن مناصب النبوة
 بل صرح في بعضها بكف يد من قال بهذه الحكمة او هل هم متصفون بوصف النبوة
 وهذا يخالف قول الله ولكن رسول الله وخاتم النبيين لان خاتمته تقتضي
 ان لا يكون بعده خوف كيف يصح ان يكونوا موصوفين بالنبوة بعد كوننا
 صلى الله عليه وسلم مبعوثاً وكيف لا يزلون عن منصب النبوة في المعاد فما هو
 جوابك عن هذا النقض الخارج فهو جوابنا عن اعتراضك المتخف والحل ان
 السليم عليه السلام حين تمكنه في السماء وحين نزوله وكذا هو وسائر الانبياء
 في البرزخ وفي المعاد متصفون بوصف النبوة والبرهان التعزيز معزولين عن مناصبهم
 يا عالم آخرت میں موصوف ہو گئے یا نہ اگر کہہ دیجئے کہ معزول ہیں یا معزول ہو گئے تو یہ صاف سبب ہیں
 کی جس کے بارے میں انکی حالی شان و سوا سے پہلایا گیا ہو نہ کہ جو کہ جتنا ہی بات ثابت ہو چکی ہو
 کہ انبیاء علیہم السلام بعد از انتقال ہرگز اپنے مناصب سے معزول نہیں ہوتے بل بعض نے طرہاً کہا ہے کہ
 جو شخص اس عالم کا قائل ہوگا وہ کافر ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں صفت رسالت
 و نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں مگر یہ بات کا دینی کیلئے پڑا ہے سے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کے
 نزول کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی نبوت
 و رسالت کی صفت ثابت نہیں ہونی چاہئے۔ نیز فی سبغہ عالم برزخ میں رسالت و نبوت
 سے کیسے موصوف ہو سکتے ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں اسے عمدہ رسالت و نبوت کا
 چھینا گیا ہوگا۔ آفر وہ وقت بھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونیکے بعد ہی ہے
 پھر جو کچھ کا دینی جواب ہے ہمارا بطور سے ہی جواب ہے۔ ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے
 وہ یوں ہے کہ سید علیہ السلام جو وقت کردہ آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں تشریف
 اپنی انبیاء عالم برزخ میں اور آخرت میں بالظور رسالت نبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہر گز
 اسے ثابہ مصداق یہ کہیں کہ عالم برزخ اور آخرت میں ہے ہم انکی جوائی کہیں گے کہ یہ عربی سنت ہے
 اس حضرت مولانا صاحب دلائل کا یہ غرور وہ نماز کا ہم جواں خوب نہیں ہوگا۔

من لدنی تأمل ویتراستد لالہ المخرقة الواہیة ان لو كان علی حقا فی السما
 ونازلًا قبیل قیام الساعة فلا یجول امان یکون حیز نزولہ وکذا وصف الرسل
 فی مثل هذا النزول تنزل لسانہ و تحقیر مکانہ کلا یلیق ذلک بشان الرسل
 او یزول وهو رسول منصف بوصف الرسل لما کان قبل رفع الالسناء وهذا یجوز
 قول الله عز وجل فی حوقبنا المظهر المکرم صلی الله علیه وسلم وشرف وعظم
 ما کان شجلا با احد من رجالہم ولکن رسول الله وخاتم النبیین الا ان وفاتهم
 من لا یکون بعد نبی كما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا نبی بعدی فاذلک یزعمون
 نبی فیکف یزول علیہ وهو رسول نبی وجوابہ بالنقض بان ما علما النبوة صلی الله
 علیہ وسلم من الانبیاء کلهم حال کوفهم فی البرزخ بعد نبوت نبینا صلی الله
 علیہ وسلم و احوال ما ینزلون فی عالم البعد اهل هم معزولون عن وصف الرسل
 یشیر کر لینا در سیم علیہ السلام کہ یہاں بر زندہ ہونے کے سید کرنے میں کوئی منافات نہیں
 آتی چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔ کاویانی کی استدلال یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام ایمان پر
 زندہ ہوں اور وہی پہلے اتریں گے تو کیا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے منزل ہونگے حالانکہ
 یہ انکی تحقیق اور تہنیک سے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے جیسے کہ بعض سے
 پیشتر رسول تھے لیکن قرآن میں ہمارے سید مولا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
 میں فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہوتی حضرت اصلی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مردوں میں سے کسی ایک کے
 باپ یا بہن پر وہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں پیغمبر و مکے خاتم ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ
 آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نبوت نہیں ہوگا چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد
 کوئی نبی نہ ہو سکتا نہیں ہوگا پس جبکہ انکے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح علیہ السلام نبوت کی حالت
 کیسے نازل ہو سکتے ہیں پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہی ہوتے اتریں گے صاف طور پر اس آیت سے
 مخالف ہے۔ الجواب پہلے ہم اجمالاً نقض کریں گے۔ بانی طور کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے بعد جتنے پیغمبر تھے وہ تمام عالم برزخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے بعد
 کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے

لا تخصوكم اكد ذلك المعترض هذا الاعتراض ان من خرف في موضع اخر من كتابه بان المسيح لو كان حيا في السماء منتظرا نزوله الى الارض فاذا نزل والحال انه لا يعرف العربية فيحتاج العلم القرآن ولا يتيسر له ذلك لعدم معرفة العربية ويتعسر التعلم في تلك الحالة لشايعي خنته فيحتاج الى ان ينزل عليه كتاب جديد بلسانه فيقره الناس كتابه ويقر في صلواته من ذلك الكتاب ويعلم الناس الحكمة بلسانه وفي هذا استيصال الدين الاسلام اقول متفسكا بالاحول ولا حقولا الا كما قاله العلم العظيم ومستعين بالله من الشيطان اتصال المصلح الرجيد اذ كل ذلك مسقط عن منسبطاته ولا ادري ان فكيف حصل له العلم اليقيني بان المسيح لو كان يعرف العربية مع كون العبرية اكثر التفاف في الفجائية والارودية فهل يتيسر لمن يعرف احد اللغتين معرفة اللغة الاخرى منه ما واما شاهد

پراس کا دیا ہی ہے اپنے اس اعتراض کو دو سے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح آسمان پر نزول کے لئے منتظر ہیں تو جو وقت انہیں گئے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے ہو گئے۔ لہذا علم قرآن کی طرف محتاج ہو گئے اور یہ تو ان کے لئے نہان نہیں ہے کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے۔ اس وقت وہ سن شیخوخت میں ہو گئے۔ لہذا لازم ہوا کہ انہیں کوئی نیکو کتاب اپنی کی زبان میں نازل ہو۔ تاکہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نمازیں پڑھیں۔ لوگوں کو اپنی زبان میں ہی کلمہ توحید کی تسلیم دیں حالانکہ دین اسلام کو گویا چرہ سے اکھاڑتا ہے۔ ہم لاحول ولا قوۃ سے تنکس کر کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم الفصل والفصل پہاڑ کا چار باب تیس ہے کہ یہ سب کچھ باطل ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کادیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام عربی جانتے حالانکہ عربی اور عربی زبان انہیں بہت ہی موافق ہے۔ جیسے کہ پنجابی۔ اردو زبان ایک دوسری شہرت کچھ موافق ہے۔ اب کہتے کہ پنجابی دان پر اردو کا جان لینا دشوار ہے ہرگز نہیں۔ پس کادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام عربی کا علم داشتہ ہے۔ دو دو ہے۔ کیا دیکھا نہیں ہوا ہے۔ کہ

وقول الناقص ان هذا يخالف قول الله عز وجل ما كان محلا لا يثمة غير متوجع
 اذا التزم صلى الله عليه وسلم الا انبياء بعثنا بعث الله امة النبي بعدوا واثمها
 سائر النبيين عليهم من الصلوة اتمها ومن التسليمات اكلها وليس بالخرم
 بقاء النبي ان كلهم معا على صلى الله عليه وسلم عليه عليهم بعدا رساله صاروا
 محزونين عند مناصب نبوتهم ورسالتهم ولا منافاة بين كون صلى الله عليه
 وسلم خاتم النبيين واخرهم وبين بقاء نبوتهم ورسالتهم لان المعية
 بين الشائين بقاء الايمان بعد نبوتها واوليتها الاخر حدثا كما ترى
 في البناء والبناء في الابن والاب فان حدوث البناء دون حدوث البناء و
 حدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاء وامتناع كثرية
 هي بر بات كبر عتيد آيت (ص) كما مضمون مختصر یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم خاتم الانبیا ہیں اور نبوت انبیا نہیں ہے۔ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 بشارت آخر الانبیاء ہیں یا بعینہ کہ وہ بعد از انکہ باقی انبیا علیہم السلام نبوت دینے لگے ہیں یا
 نبوت عنایت کہنے لگے اور آپ بقاء نبوت میں اسے متاخر نہیں ہیں یعنی آپ کے عام نبوت
 ہو چکے یہ مشن نہیں کہ اور پیروں سے پیروی چھینی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم
 النبیین اسے متاخر ہونے۔ ان پیروں کی رسالت و نبوت باقی رہنے میں کچھ منافات
 نہیں ہے کیونکہ دو چیزوں کی بقا کثرت ایک کی بعدیت۔ دوسرے کی حدوث اولیت کو متاخر نہیں
 ہے۔ دیکھو عمارت اور سمار۔ بیٹا۔ باپ اس لئے کہ عمارت ہمارے موجود ہو نیلے بعد موجود
 ہوتی ہے۔ بیٹا باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔ معنی عمارت۔ سمار۔ بیٹا۔
 باپ بقا سے میں معیت رکھتے ہیں۔ دوسری مثالیں بھی ہیں لیکن اتنے ہی مثالوں پر کفایت
 کی گئی۔

لے کا دانی ماحکیہ حدیث سے ہی حکم پڑتا ہے کہ یہ ہے بعد وحی نہیں اترے گا۔ دعویٰ حجت
 پر مہر و چالاک کر دیا ہے۔ گواہوس ہے کہ انکو لے کر عین و طویل دعوے کے ہوتے ہیں
 چھال کر حدیث ہی میں نہیں ہے۔ چنانچہ امام اوزار محمدی سے فیض لاپس بیان کر چکے ہیں ۱۲ مسئلہ

الذین یحرقون السنۃ مختلفۃ ویفقدون علی اداء مضامینہم بلغات متنوعۃ
 الیس فی نفسہ ایتہانہ مع کونہ من خمسۃ ما یعرف لغتها ویعرف اللغۃ الفارسیۃ
 فای شیء لعجز المسیح من تعلل العربیۃ اما بتعلیلہ اللہ تعالیٰ وبتعلیلہ معلوم من البشر
 لسبب التعلیل بالانزلی علی کونہ مجرد الہذا الذین ولہم یحضر لک انداز معنی
 اکثر من لغۃ واحدۃ فبای شیء یتیسر ذلک لغير النبی ولم یتیسر للنبی الذی تکلم
 حال کونہ صبیحا قال اذ عبد اللہ انانی الکتاب وجعلو نبیا مبارکا ولو مسلم
 عدم علم العربیۃ قبل رفعہ السلام فمن ابن جزم بانہ یتعلل فی ملکوت ولہ سلم علم
 تعللہنک من اجابہ انداز ممکن لہ ولا یتیسر لہ العلم بھا حین نزولہا من علم الاسماء
 کما لہ لادم وعلم نبیہا الکسم

جو لوگ مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ انکے مضامین کو مختلف زبانوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ
 اسی کی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے۔ پس کس کو نصرت سے
 کہہ دیا ہے کہ سچ بتا دینا ہے (خواہ بتا دینا ہے یا نہیں)۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے انکو
 انزل میں ہی دین محمدی کا چھوڑ دیا کہہ دیا ہے) عاجز ہو گئے۔ کیا وہ نبی عاجز ہو گئے۔ کیا وہ نبی عاجز
 ہوا اور کاویانی عاجز ہوا۔ سبحان اللہ علیہ السلام یہ یہ دشوار اور کاویانی کے آسان۔ حالانکہ سچ
 وہ نہیں بتا سکتے کہ حق میں قرآن شریف میرا کیا ہے کہ میں نے اس میں صبا میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا
 بندہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی۔ اُس نے مجھ کو نبی۔ مبارک بنایا۔ اب دیکھئے کہ میری
 علیہ السلام کی گفتگو میں صبا میں ہی اور کاویانی کہتے ہیں کہ جب اس میں گئے (اور باتیں تو درگزر
 رہنے دو) تعلیم سے ہی عاجز ہو گئے۔ ندوہ بانہ منہ۔ اچھا مان لیا کہ مزموم ہونے سے پہلے آپ
 عربی نہیں جانتے تھے لیکن کاویانی کو یہ یقین کہا ہے کہ سچ علیہ السلام کا عالم
 ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔ یہ ہی مانا کہ ملکوت میں بھی انکو یہ علم نہیں دیا گیا ہے
 لیکن یہ سچ لکھا ہے علی ہدیہ کہ علم عربی میرے علیہ السلام کیلئے ممکن یا آسان
 نہیں۔ پہلے مانو آدم علیہ السلام کو کس نے تمام چیزوں
 کے نام سکھائے تھے۔ ہمارے سردار حضرت محمد

بالصلوة والزکوۃ مادمیت حیاً وکراً ابوالدینے وبتحریرہ بانہ لوکان جلالہ کونہ
مأمور بالزکوۃ ویا حسن والدین وظاهران امتثالہ یفیدین الامرین
وهو فی السماء غید وبتصور والنجای ان المراد بالزکوۃ ہنہا معناها المحققی وھے
الطہارۃ دون معناها المتقول الفقہ المعروف فی کتب الفقہ کما اريد بقوله تعالیٰ
ومن ترکها فاما یتزکی لنفسه وبقوله تعالیٰ فامر فان یتدلہما اربہما خیر لہما
نکوة واقرب رحماً وبقوله تعالیٰ عتبر وتوکل ان جائد الاعمال وما یدری لہا
یتزکی او یتزکی فتنقہ الذکر لہا من استغنی فالت لہ تصدی وما علیہ الا یتزکی
وبقوله عز وجل قد افلح من زکها وبقوله تبارک وسیعہما الا لفق الذی یوقی الذکر

نہ جہک نماز۔ زکوۃ کا جہک کس کر میں مردہ رہوں جہک رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جہک اپنی والدہ سے نبی
کندہ بنایا ہے، استدلال اس طرح ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوتے تو بلاشبہ آواز سے
صلوٰۃ زکوۃ۔ والدہ سے صانع کر کے کے ساتھ مامور ہوتے چاہیں حالانکہ آسمان پر ہوتے تو
زکوۃ ادا کر سکتی ہے اور والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس حکم الہی کا خلاف لازم آوے گا۔ لہذا
ہمال پر زکوۃ مالی کی زکوۃ مردہ نہیں ہے۔ بلکہ جہادہ جو اس کا تحقیقی معنی ہے مردہ ہے نہ اور چہ جہاد
اس میں ہے جس کا معنی وق ہے کہ جو پاک ہوا دلپے آپسے پاک ہوتا ہے۔ انکی خدا نے اس
بات کا ارادہ کیا کہ اسکے بدلہ ایسا ولد دے کہ پاکیزگی میں رصلہ رحم میں بہتر ہو۔ نیز رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ترش روئی کی جہاد کو کی جہاد میں با مینا حاضر ہوا اس نے اپنے آپ کو
یا رسول جہاد کیا کہ وہ پاک ہو جائے۔ یا نصیحت قبول کرتا پس ہر نصیحت نفع دیتی۔ اور چہ
دولت مند ہوتا ہے آپاں کی طرف ہی انکس کرتے ہیں۔ آپاں کے ذمہ نہیں کہ اگر وہ پاک
نہو۔ بلاشبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپ کو پاک کیا ہے۔ ہر شخص کے پاس سے
ہٹا یا گیا وہ شخص جو مالدار ہے مالک خود کی لہ میں اسلئے فرج کرتا ہے۔ کہ وہ پاک ہو جائے۔

لہ حضرت عصفیہ سلام اللہ علیہا نے ہم کی تقریر سے متنبہ ہوئے کہ اس جہاد کے اعراض کا اور ہی جو اس کے قریب
کہ زکوۃ مالی جہاد ہی کہ زکوۃ کی جہاد ہے جس پر جہاد ہلاک ہلاک اس کے مسیح علیہ السلام تجارت یا خود اسکے لئے
مال آسان ہو گیا۔ تاہل میں ہلاک ہوا نہ ہوتا ہے۔ ہر لہا صیہ جہاد کہ زکوۃ ہی عرض نہیں کرتا

عز وجل متصف بصفاتی الہیۃ التي دلت علیہا النصوص وواحد لاجل انہ نبی
ولا یشہد احداً فی انہ ولا فی صفاتہ وان اکرم الموجودات واشرف المخلوقات سبیل
محمد النبی العزیز الہامی صمد فی دعوائہ النبویۃ حق ما جاء بہ من عند اللہ
وتلفظ بلفظہ المعتقدات الحقۃ الثانیۃ بلغة یعرفہا من غیر العربیۃ ودام علی ہذا
التیقن الاقل رومات علی ذلک لا یکون مؤثراً فی ہذا الا فی العموم دعوی القرآن
واثبات خصوصیات رسول الانس والجان وقد قال تعالی وتبارک تبارک الذی
نزل القرآن علی عبدہ لیکون للعلیین نذیراً وقال عز وجل وما ارسلناک الا علیہم
وقال وعز من قائل وما ارسلناک الا خاتمة للناس لمرہ اللہ تعالی بقولہ یا ایہا الناس اعرف
رسول اللہ الذی جمیعاً افہم علیہم ان کما ان انکار اصل نبوتہ نبینا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم
کفر کذلک انکار دعوی نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر لکون کل منہما متساوی
الاقدام فی ریح النصوص القطعیۃ وایضاً استدلال علی عدم کوفۃ السماع بقولہ تعالی وما نزل
ذاتی وہمائی جناب سیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس پر حجاب
خدا کی ہے یہ بیان رکھتا ہے۔ کہو فارسی کہ میری۔ اردو۔ پہچانی میں بیان کرتا ہوں ہاؤڈ
اسکے کہ اسی عقبہ راہ اور بیان پر میری ہو گیا ہو مسلمان نہ ہوا علیاً یا بندہ پس کیا رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا بلکہ انکار
ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ اسے اپنے خاص بند پر
قرآن کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام عالموں کے لئے دریا ہوا ہو نیز فرماتا ہے کہ جسے چھو یا رسول اکرم
تو میں سے وہ حق فرمایا مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ بندہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کی طرف (خدا)
عربی ہوں یا ترکی یا فارسی وغیرہ کیا فرمایا کہ یا محمد تم کو مدد کہ میں تمہارا عیب لوگوں کی طرف سے چھا
گیا ہوں + کیا یہ مسلم نہیں جیسے کہ انکی خود چھیری سے انکار کرتا کفر ہے ویسے ہی انکی عدم نبوت
سے منکر ہونا کفر ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ پہل نبوت سے انکاری ہونا ضرور قطعاً ضروری اور کرنا
ہے اس طرح عدم نبوت سے انکاری ہونا ضرور قطعاً ضروری ہے۔ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آسمان پر نزلہ ہو نیچے لئے ہیں یہی تہلال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں بیان کیا کہ خداوند

والا احتیاج تصحیح کلام و الاحتراز عن المحذور و المذکور و التکلف حمل الصفة
 الغضبية على المصدر مع ان الضرورة تدعو عينة اللفظ التکلف لا مکان تصحیح
 ذلك الكلام من غير تکلف يعطف بئرا على قوله نبياً فيكون مفعولين
 بقوله تعالى وجعلني من قبيل عطف المفعول ^{على المفعول} وجعلني المقدر قبل قوله بئرا
 على قوله وجعلني الملقب صريحاً فيكون من قبيل عطف الجملة على الجملة وتمام
 الآية قال اذ عهد الله انا في الكتاب وجعلني نبياً مياراً كايين ما كنت واوصاني
 بالصلوة والزكوة ما حدثت جناً وبئرا بول الدق وعلى هذا التوجيه الصحيح الحال
 عن المحذور والتكلف لم يلزم توجه هذا الامر اليه عليه السلام وجوب امتثاله
 به حال كونه في السماء ايضاً على انا

ہاں اگر بیاگو باوجودیکہ منصوب الہ والیاد سے مجرور پر عطف جہیں گے۔ تو
 اس میں یہ قیامت ہے کہ اعتراض باقی کے دو کر کے لئے ہفت مشابہتیں مضمون لیا
 پڑے گا۔ بائیں طور کہ بئرا جو ہمیشہ نیک کننا اور صفت شہرہ (صباح حسن) ارکا معنی ہے۔
 یعنی نیک۔ حالانکہ یہ الہی ناسٹ ہے۔ کہ ارکا داعی ہی موجود نہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ بئرا کو
 دنیا پر عطف کر کے صلیٰ علیہ وسلم کی کر کے والا ایسے عمل کرتا جانتا ہے۔ اب کونسی ضرورت
 درپیش ہے جس لئے وہ جوڑا جاوے۔ جانتا چاہئے کہ جب ہم بئرا کو دنیا پر عطف
 کریں چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہے تو جعلی کے دو مفعول ہیں۔ ایک نبياً اور سراً
 بئرا۔ اور یہ عطف مفعول کے مفعول پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا۔ اور اگر بئرا سے پہلے ہی جعلی
 مقدر مانا جائے اور یہ جعلی پہلے صریح جعلی پر عطف کریں تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر
 عطف کرنے کے طریق پر ہوا پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کا
 خاص بندہ ہوں۔ اس نے جبکہ قبول عنایت فرمائی۔ جبکہ نبی مبارک کہیں پر ہوں بنایا۔
 اسے جبکہ نماز۔ زکوٰۃ کا جب تک کہ زندہ رہوں حکم دیا ہے۔ اور جسے جبکہ اپنی والدہ پر نیکی کرنا
 بنایا ہے۔ پس وہ توجیہ جو ہم بیان کر آئے ہیں تکلف اعتراض سے بری ہے اور توجیہ
 پڑنا کہ جسے ہم آسمان پر ہوتے ہی بھی کر کے ساتھ مامور ہونا لازم نہیں آتا۔

وغير ذلک من الآيات وعلى هذا فعدم تصور امتثال هذا الأمر مخفي غاية
الخفاء وتصور ظاهر كمال الظهور وان مخفي على من عجز عن المبتدع الفجر واما الزعم
ايتنا السليم عليه اسلام ببر والدفع حال كونه في السماء بهذه الآية فغير ظاهر لا في
قوله انما يراى بالدرى ليس معطوفاً على مدخل الجار المتعلق بقوله او صافى حتى يلزم
ذلك ان لا كان كذلك لكان مجروراً بشارع معطوفه ولم يكن منصوباً ولقد قولہ بغير
تکبير الباء لا يفتضح الا يلزم كون من يقوم به البر ما مؤدراً به كما ان الصلوة والذكر
ما مؤدراً به صام كونهم بدو المطلقان لضرورتان ما يؤدراً به او يفهم عنه انما هو لا فعل
دون الذوات فاجماع القراء على فتحها يابى كمال الاباء عن كونها معطوفة على ذال الملائكة

وغیره اب وکیوان آیت میں زکوٰۃ کا معنی بجز تکرید نفس کے اور کہہ نہیں ہے ویسی ہی
مسیح علیہ السلام کو بھی تکرید نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر
پر کہنے کے انکے آسمان پر ہونے سے خلاف حکم الہی کیسلازم آیا چنانچہ ظاہر ہے۔ اگر ان
لوگوں پر جو مستعدین اور ناجسبیں کی طرح بصارت نہیں رکھتے ہیں، پوشیدہ ہو
ہی یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کو کو آسمان پر ہی مستقر مان لیتے جہاں والدہ سے احسان نہیں
کر سکتے اور ہیں خلاف حکم الہی لازم آتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ ہر صورت
میں لازم آتا کہ اگر بڑا صلوٰۃ پر حرا و صافی سے متعلق ہے، معطوف ہوتا۔ کیونکہ استغیث پر
یہ معنی ہوتا کہ ہم کو خداوند تعالیٰ نے نماز کا اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ
میں زندہ رہوں لیکن بڑا تو اس میں بڑا معطوف ہی نہیں ہے اسلئے اگر اس پر معطوف ہوتا تو
بڑا منصوب ہوتا بلکہ مجرور ہوتا اور بڑا جاتا نیز بڑا کو زیر و یحییٰ نہ زیر کہ بڑا ہوتا۔ تو
اس کے سننے خالی نیکی ہو گا۔ نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو بڑا کا سننے ہے۔ پس چاہئے تھا کہ بڑا
جانا نہ بڑا۔ ورنہ لازم آوے گا امور یہ مسیح ہوں کہ چلنے ساتھ قائم ہے جیسا کہ مشائخ زکوٰۃ ماوراء
ہیں حالانکہ ماوراء فعل جو تا ہے نہ ذات اسلئے کہ ذات کا ماوراء ہونا صریح باطل ہے۔
پھر کیونکہ قرآن شریف میں بڑا (منصب بڑا) قدیم الایام سے کہوں کہا چلا آیا ہے کیوں حدیث
بڑا چلا جاتا ہے۔ پس نہ کہہ کا اجماع بڑا ہی پر اسلئے صلوٰۃ پر معطوف ہونے سے انکاری ہے

ثابتہ بالادلة من الايات القرآنیۃ والاحادیث السنویۃ واجماع الامۃ
المجتمدۃ علیہا علی صاحبہا العرف صلوٰت وتسلیمات والايات الدلالت علیہا
قول اللہ تبارک وتعالیٰ ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
وقولہ جل وعلا واذ قال اللہ یا عیسیٰ اتی متوفیک ورافعک الی وقلوبہ اتجا
وما قتلہ فقینا بل رفع اللہ الیہ وقولہ الکریم وان من اهل الکتاب
الا لیس منہ بہ قبل موتہ وتقریر کمالہ ہذہ الايات علی جمیعہ مر یا کمل
وجہ واحسن تفصیل ومنہا قول اللہ عز و ہ کذکر الذین قالوا انہ
ہو المسیح بن مریم قل من یصلک من اللہ شیئاً ان اراد ان یهلك المسیح بن مریم
وامہ ومن فی الارض جمیعاً وتقریر الالفاظ کلمۃ ان اللہ خلط علی کلمۃ اراد
من ادوات الشرط الی و صنعت لوقوع الخیال بوقوع الشرط فی المستقبل و
قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور احادیث میں اور اتفاقیت سے ثابت ہے
آیات تو یہ ہیں ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ
اتی متوفیک ورافعک الی۔ ما قتلہ فقینا بل رفع اللہ الیہ۔ وان من اهل الکتاب الا لیس منہ
بہ قبل موتہ۔ اب رہا الخاتمہ جو وہ مذکور ہو چکا ہے۔ زیارت لال کا طریقہ ہم بیان کر آئے ہیں
مگر اب اور ہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت
ہو گا۔ وہ یہ ہے کہ خداوند عز و ہ فرماتا ہے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے کفر کیا ہے کہ وہ
نے کہہ دیا ہے کہ خدا وہی مسیح ہے کیا اگر خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے بارگاہ نے ہلاک
کر دینے کا ارادہ کرے گا۔ بی بی مریم رضی اللہ عنہا تمام باشندگان زمین کا تھوکر اپنے
آپ پر مختار ہے۔ کون اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ پس جبکہ مسیح علیہ السلام وغیرہ
میں ہلاکت کی وجہ کی قدرت نہیں اور نہ خود مختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے
ہیں لایہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ
جو ارادہ پر دلالت کرتا ہے حرف شرط ہے ارادہ جزا کے مستقبل میں وقوع کو
موضوع ہے اس لیے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔

وإن سلمنا التوحيد الذي ذكره ذلك وقطع النظر عن لزوم الحمد والثناء والتكليف فلا
شبهة أن يقال بهذا الأمر في تلك الحال غير متصور إذ الخبر كما هو متصور
في زمان حياة البار والمبرور إليه كليهما كذلك يتصور في زمان صغائر المبرور
إليه بالاستغفار له وإهداء ثواب الطاعة إليه فحججهم المستدل بعدم إمكان بل
المسيح عليه السلام بوالدته في طلب النجاة عنهم في غير محله وجملة المرام وخلاصة
السلام أن المسيح رسول الله حي الآن ورفوع إلى السماء مجسده وهذا

المسئلة

کیونکہ میں تقدیر ما دمت حیاتاً (جنگہ) کہ زندہ ہوں اکی قید کیے ہو تو صافہ زکوۃ کی فریفت
کے واسطے ہے۔ نہ بتگا کے لئے۔ اگر ہم کا دہائی کی توجیہ کو ہی مان لیں گے۔ عہد ارض تکلف
نہ کر رہیں۔ تھے قطع نظر کر لیں تو ہر قسم سمجھنا کہ کہ سیم علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے والدہ سے
بارہ ہوتا متصور نہیں تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ حسان جیسا کہ پہلی کنندہ اور پہلی کردہ شدہ
کی حیات میں متصور ہے۔ ویسے ہی جس زمانہ میں پہلی کا مستحق مر گیا ہو۔ اس پر حسان
کرنا متصور ہے۔ کیا اسکے لئے متفق اور دعای ترقی درجات اور ثواب پہنچا حسان
میں ہینک احسان جو لیکن یہ تو آسمان پر ہوتے ہی خواہ مستحق زندہ ہو۔ یا مردہ۔
متصور ہے۔ لہذا کا دہائیوں کا یہ حکم بالیہ کہ آسمان پر ہوتے حسان متصور نہیں۔
کیسا ہی عمل ہے خلاصہ کلام کہ سیم علیہ السلام خدا کے رسول ایک زندہ ہیں اور آسمان پر
مجسہ موجود ہیں سب سے پہلے کہ یہ بات

لے حضرت سعد بن مرثیہ الکلی کی تقریر سے مترجم ہوتا ہے کہ، دست قیامی مبارک کے لئے یہی قید
نہیں ہو سکتا۔ در لازم اور نگاہ کہ عید الموت نہ ہی چون اور نہ ہا کہ لیا ذبا۔ یہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر
موت حیات کی قید ہی مان لیں تو عاظر ہوا حاضر کے لئے شرط ہے کہ یہ سیم ہو یا اور کوئی منت
خاصہ کے ساتھ ہی ہا مہر ہے کہ جبکہ حاضر خدمت ہو۔ اس لئے اگر بیٹا سفر میں اور والدین۔ یا
ایک قبر سے مقیم ہو تو خاص خدمت اس قدر ہی سفر میں فرما لیں جو سکتی ورنہ چاہئے بتدیکہ
سیم و بحالت میں تبلیغ کے لئے مسافر والدہ کو جلا ہوتے ہے اس خاص خدمت کی تدبیر کو لکھا ہے
نور ہا مردہ یا تو ثابت کر دیں کہ سیم و والدہ سے پہلی جی نہیں ہا ہوتے جہا نہیں ہوتے تو ناچ
ہن پڑے گا۔ لیکن اسکا ثبوت یہاں ہے ۱۱ مستحجم

الاستعمال واستعمال كلفة ان في معنى لوالد لا على انقضاء الجوارح بانقضاء
الشرط في الماضي رجوع الى الجواز من غير قرينة وقول عن رجل وامه ومنه في
الارض ليس نصاً في المعطوفية على قول المسيحي بن مريم ليصلح قرينة على ذلك
الحال والاستعمال لا لا يحتمل ان يكون معقولاً لفعل وقدر وهو لفظ يساوي
ويكون جملة حالية فيقول حاصل معنى الآية ان الله قادر على ان يهلك
المسيح بن مريم والحال انه يساوي امه ومنه في الارض في عدم الالهية فكما
ان الله قادر على مريم ومنه في الهم فكذلك هو قادر على المسيح لا استواء ظاهراً
في نفي الالهية بل ان حكمه يتعين لهذا الاحتمال بالارادة لكان اجدر واهي

سقبال ہے تو یہ سارا قول مخالف اصل اور دفعہ ہوا جو باطل ہے۔ دوم اصل جسے چھوڑ دینا یا
ہی جائز تو ثابت کہ کوئی قرینہ صاف موجود ہو۔ اور دوسری وجہ نہیں ہے۔ پس یہ مجاز کو واسطے
ضرورت ملد کہ دنیا ہے حالانکہ یہی باطل ہے۔ حال جائز ہے ان میں سے کوہر جس کا معنی ہے تو ثابت
کہ شرط جو کہ ماضی میں نا پود ہے تو جزا بھی نا پود ہے۔ بالجواب میں بھی خلاف وقع۔ مجاز کا انشا
کرنا۔ بلا قرینہ لازم آتا ہے۔ لہذا یہ بھی باطل ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ چنانچہ اصل بیت میں بی بی مريم
کے مارنے کا بھی ذکر ہے اور وہ نہ ماضی میں ہے۔ تو یہی کہات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت
حیات سے حکایت ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ صریحاً اس کا مبرہن ہے کہ یہ ماضی کا ہے نہ حال کا۔
ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکور سے حکایت ہو سکتی تھی یا اپنے کو اپنے کا قرینہ بن سکتا تھا۔ لیکن
ایسا تو نہیں ہے اس لئے یہ عمل یا استعمال صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ امہ (یعنی مريم) کی والدہ
فعل مقدم کا مفعول ہو۔ وہ فعل یساوی (برابر ہے) ہے اور اسے جملہ عالم کہتے ہیں ۱۰۔
پھر آیت کا جصل یہ ہو گا کہ خداوند تعالیٰ مريم علیہ السلام کے مارنے۔ اہلک کر دینے پر
درحالیہ مريم علیہ السلام اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا
نہ ہوسکتے ہیں مساوی اور برابر ہے۔ قادر ہے۔ پس جیسے کہ
خداوند تعالیٰ مريم وغیرہ کے اہلک پر قادر ہے وغیرہ
ترجیح کے اہلک پر قدرت رکھتا ہے۔ مساوات باطل ہے۔ کہ مريم اور مريم وغیرہ خدا ہیں۔

الشرط منہا ارادة اهلاك المسیح والجناء انتفاء قدرة الدفع لغير الله المدلول
عليه التزاماً بقول ربك فمن يملك من الله شيئاً فان الاستفهام قائم مقام الخفي
ونفخ الملك من الله شيئاً على تقدير ارادة الله تعالى اهلاكه بوجوب ويستلزم
انتفاء القدرة لاحد خيرا لله عن دفع اهلاكه على ذلك التقدير فيجب كون
كل منهما الى الاهلاك وانتفاء القدرة متوقع الرجوع في المستقبل والا لزم
خلاف وضع كله ان وتوقع وجودهما في الاق لا فيمكن الا اذا كان المسیح علیہ السلام
حيّاً حين نزول هذه الآية لانه لو لم يكن حيّاً في ذلك الحين وكان وقوع موته في
الزمان الماضي بالنسبة الى ذلك الحين لادت الآية معنى توقع اداة اهلاك الهالك
وازاله الزمانى ولمتناع غير خوف امتناع ايجاد المرجوع وتخصيل الحاصل وحمل
الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حکایة حال حيوة والى ما مع كونه حقيقة في
ظاهر ہے۔ کہ شرط اہلاک المسیح کا ارادہ ہے۔ جزا اہلاک کے ذمہ پر غیر اللہ کا قادر نہ ہونا۔ گویا جزا
ممن مملک کا مدلول التزامی ہے "مدلول التزاماً اسلئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے۔ اور وہ
قائم فی کے ہوتا ہے۔ یہ تقدیر اس کے کہ خداوند تعالیٰ کسی کے اہلاک کا ارادہ کرے بغیر اللہ
ملک کا منقذ اور نا بود ہو۔ نا بالضرور اسکو چاہتا ہے کہ کوئی ایک یا سبھی اسو اسد اہلاک کے ذمہ
پر قادر نہ ہو۔ اور یہی جزا ہے۔ لہذا واجب ہوا کہ شرط جزا (یعنی اہلاک کا ارادہ غیر اللہ سے قدرت
کا منتفی ہونے کا مستقبل میں موجود ہو جانا متوقع اور مامول ہو۔ ورنہ لفظ ان کے وضع پر لغات
ہوگی۔ حالانکہ یہ باطل ہے لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے
کہ یہ آیت جبکہ رسول کریمؐ پر نازل ہوئی تھی تو سب سے پہلے ہی وقت زندہ ہوں کیونکہ اگر فرض کر لیں کہ مسیح
اٹھن ماہ میں زندہ نہیں تھے بلکہ رسول کریمؐ کی پیدائش سے پہلے ہی مر گئے ہوتے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک
شدہ کے اہلاک ارادہ متوقع ٹھہر گیا اور یہ باطل ہے۔ اسی کو ایسا ہوا کہ کہا جاوے کہ خداوند تعالیٰ
سو بود کو نہ جو کرے گا یا نا بود کو نا بود کرے گا حالانکہ یہ تحصیل صحت ہو اور وہ محال ہے۔ سوال
اس آیت میں یہ حالت ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے۔ حکایت ہے
لہذا اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ ایجاب اٹھا کہ ان درہل مفید

القول فی کتاب من کتاب الشریعۃ علی خلاف قول من لدن زمان الصحابہ الی بیوتنا ہذا
ما ذلک لعل الإجماع منعقد علی حیوۃ تم وکان القول بماتہم ذہباً لا حد من المسلمین
لنقلہ المتأخرون ولم یطبقوا علی ثقلہ وتفسیر حجة الامتہ اربعۃ من فیہ اربعۃ
عشر ما قولہ عز وجل انی متوفیک بقولہ ذلک انی متوفیک لیس نصاً فی بعضہ اما تذکر
اسم الفاعل لکھنہ اسمک لا اختصاص لہ بزمان دون زمان کما یدل علیہ ما حدیث
الکاشغریہ ومارواه النسائی وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لما قال
اللہ ان یرفع عیدی خرج علی صحابہ ونزل البیت اثنا عشر رجلاً فقال ان منکم من یکفی

نہیں ہے تو یہ کہیں زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک سیح علیہ السلام کی وفات شرعی کتابوں پر
منقول نہیں ہوا کسی صحابی یا کسی تابعین یا تبع تابعین یا دوسرے اکابر سے کا یہ عقائد
کہ سیح علیہ السلام مر چکا اور زندہ نہیں ہے ہوتا نہ قلبین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں
نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہو تو ناقلین ایک زمانہ اصحاب کیوں کہتے کہ سیح
علیہ السلام کا ایک زندہ ہونا شافعی علیہ السلام ہی ہے۔ اہل یوں بھی کہنا کہ اس کا عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما انی متوفیک کا انھیں ایک (میں تیرا مرنے والا ہوں) سننے کرتے ہیں۔ کاشغری کی روایت
مرفیہ و مطلب نہیں کیونکہ یہ تفسیر بالقرآن سے کہ زمانہ گذشتہ میں مرجع پر ولادت نہیں کرتی
کیونکہ میت کا اسم فاعل ہے نہ فعل اور اسم کو ماضی یا فیہ ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے
جیسا کہ اسم کی تعریف سے ظاہر ہے نیز یہ احمدیث سے ثابت ہو کہ جس کو امام نسائی اور ابی حاتم
رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس حدیث کا مضمون یہ ہے
کہ خداوند تعالیٰ نے جبکہ سینہ کے مرفوع کرنا ارادہ فرمایا تو سینہ ایک مکان میں تشریف لائے ہوئے ہو کر نکلا
اور بھی بالان شخص کو فوت بیٹھنے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کو بعد کا قسمہ جو جائیں گے۔

سلاحہ دانی ہوا کہ اگر اجماع کہتے ہیں کہ نہ پیش کرتے ہیں کہ وہ یہ کہ تو میں کہ میرے مودع ہو کہ بعض لوگ
ہے کہ وہ مذہب ہو کہ اگر کسی متنی دت اموات میں داخل ہوتے ساتھ ہی کہتے ہیں کہ وہ مرزہ ہو کہ اس میں
چھ گئے۔ اب کہو کہ وہ مذہب اس طرح اجماع سے مخالف ہو کہ یہ وہی کہتا ہے قابل ہوتے کہ یہ مذہب مذہب مذہب
پہلے اجماع گردانہ نہیں بلکہ ہم ہی کہ ہے ۱۲ صحتیج ۱۵ حضرت نصف ملام امام بیہ کی تفسیر ۱۲

لان المقصود بظنہ الایۃ رد قولہم ان اللہ ہوا للسمیعین مریم وذا الیکین ان
بالفہام المساوت بین السیم و بین امہ ومن الان فی انتقاء وصف الالوہیۃ و
نبوت وصف الہیوتہ ومعنا کیف یصلح کونہ عطفاً وقرینۃ لوصف الکلام
عن حقیقتہ علی ان فی اختیار استعمال کلمات ان بمعنی لومع قطع النظر عن لزوم
المحدود بنبوت المدعی من حیات عیسو علیہ السلام اظهر واجبی لادعہا
یقول الی ان اللہ تعالیٰ لم یرد اہلاکہ علیہ السلام فی الزمان الماضي وھذا هو المطلوب
الذی نحن بصددہ فیقال ان حملت کلمات ان علی معناھا الحقیقی الوضع فاللیل
ثابت ومطلوبنا متحقق وان علی معنی لوالذی ہو معناھا المجازی فالمتش علی ہذا
التقدیر ایضاً ثابت وعلم کل تقدیر فالایۃ دلیلنا وشاہد علی جوتہ علی علیہ
السلام کما لا ینحی علی من لدان فی درایتہ ولما لا یراجع علی جوتہ الی الآن فلعمرو وجود

بکہ قابل تر ہی ہے کہ امہ کو لیا وی کا مفعول مہیں اور آیت کا معنی ہو ہی جو ہم بیان کرتے ہیں
سبب سے کہ اس آیت کا مفسود یہ ہے کہ جو لوگ میر علیہ السلام کو خدا بتاتے ہیں انکی تردید ہو۔
اور تو کچھ مقصود نہیں لیکن یہ طلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ سیم علیہ السلام کو ہم تو غیر سے
خدا نہیں مساوت ہوا اب چونکہ یہ طلب ایسی تقدیر پر موقوف ہوگا کہ ہم بیان کرتے ہیں خاص
تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا پر معہذا کیسا امہ کا معطوف وقرینہ صحیح ہوگا۔ بنا براں اس آیت سے
میر علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوا نیز اگر ان کو مینے کو لینگے تو ہمارے یہ طلب ہے جو یہ ہے کہ گو ہم
اعتراض سابق سے قطع نظر ہی کہ ان کو مینے کو لینے کے تو ایت میں ہوا کہ خدا نے زائد ماضی میں
سچ کے اہلکارا وہ نہیں کیا پس اس صاف نام آہو کہ میر جس سے ہی نہیں ہیں۔ آخر جب اللہ تعالیٰ نے
میں سے ہلاک کر دینے کا زمانہ گزشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو میر کیسے مرے۔ لہذا اس وجہ سے ہی
ہمارا یہ طلب ثابت ہوا اسلئے ہم کہتے ہیں کہ اگر ان کو حقیقی اور وضعی معنی کو لینگے تو دلیل متحق ہے۔
مگر یہ ہمارا مقصود حاصل ہو گا وہابیوں کا نہیں۔ اگر ان سے کو مینے لینگے تو اس تقدیر پر ہی ہمارا
وعوی ثابت ہوگا کہ وہابیوں کا۔ غرض کہ ہر تقدیر آیت سے ہمارے حجت ہے۔ انکو لینے میں چنانچہ یہ بات آئے
عقل مند پر ہی روشن ہو اب بہت محرم کہ کا اجماع ہو۔ اجماع ہی ثابت ہو کہ میر ایک زندہ ہیں۔ اگر یہ بات ثابت

وہ صاحب الوجیز والیض کاوی القول بدفع موثر الى انصارى طائفة قال فی الوجیز
 بشرق المسیر مما اجمع علیه المسلمون واخبار الحافظ ابن القتیبر والفاضل الکھنقی وقلنا
 عنہ بتحقق اجماع المسلمین انہم علی حیاتیہ علیہ السلام فلم یبق للمقول عن وہب
 محتمل سوا ذلک الاحتمال ولکن تأملت فی مسائل الحکماء ذلک کما دانی ما وحتی
 ادلیلا لا شرعیا ولا عقلیا یدعی علم احدی حاله ووجدت اقوی دلائلا ما لا یدعی اولو
 بالمقول دلائل بل استبعادات عادیة واستیضاہات یدعی موافقہ کما هو رای
 ازباب الجہالات من عدل الاستبعاد استلزام استلزام بعض کفریات
 الجاہلیۃ باستبعاد احیاء العظام وهو رسیہ وقلنا خبر منہ اللہ الحمید فی کتابہ
 المجید حیث قال عز وجل اولم یرا الانسان انا خلقناه من نطفۃ فاذا هو خصیم
 مبین. وضرب لنا مثلا وفسو خلقه قال من سمی العظام ویو رسیہ وکما استلزام
 بعضہم کما حکم اللہ تعالیٰ اجعل الالهة الها واحدا لان ہذا لشیء عجیب وکثر من
 اور صاحب الوجیز نے اوس قول کو انصاری کی طرف منسوب کیا ہے پہلا ایسا کیوں ہو۔ وجیز
 میں کہا ہے کہ سیر کے ایک زندہ ہونے کے بارہ میں اجماع ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اور
 افضل کھنوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمان کا بیس علیہ السلام کے زندہ ہونے
 پر اتفاق ہے۔ لہذا وہ بیس کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل اس کے جہم بیان کرے میں نہیں
 ہے۔ آئے ناظرین اگر آپ کا دیالی کے رسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائیگا کہ کا دیالی
 کے پاس نہ تو شرعی اور عقلی دلیل ہے صرف یہی دیکھتے ہیں کہ ان کی بیس پر اس کے یہ خلاف عادت ہے
 یا سید ہے اور کہہ نہیں۔ یہی اس کی بھاری شکست ہے لیکن یہ دایان لوگوں کا ہے۔ کہ کچھ علم نہیں
 ہے یا سید ہے کہ صحیح زمانہ جاہلیت میں کفر و سیر ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قبلا مستحکم)
 بیس اور حال جانتے تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ اس کی قرآن میں خبر دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے
 کہ مٹنے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے اب وہ ظاہر جھگڑا لو بن گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور
 اپنی پیدایش کو بھول گیا ہے۔ یہ انسان کہتا ہے کہ خداوند عز و جل قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو
 کیسے پیدا کرے گا بیسے کافروں کا اس کو بوسیدہ یا کل باطل کہہ دیکہ جہالت میں کہ انسان کو مٹی کی

من بعد ان ام شتم قال ايكم يلق شيعي فقتل مكي فليكن له الحجة فقام شاذان قائما
سنا فقال انا فقال اجلس شتم اعدا فقال اجلس شتم اعدا فقال الثالثة قال فصار
بعد ان رفع عدي لى السماء وجاء الطلب من اليهود فاحتوا الشاذان اھ كذا لى
فكل عرق هيب فغضب مستند ولسر سئلنا استناده فلا يضرنا اجماع المسلمين لاحتمال
انہ نقل خلاص من اهل الكتاب ويؤيد هذا الاحتمال نسبة هيب بن اسحق

اسکے بعد اپنے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل گویا میری شکل کی مانند
ہو جائے اور میرے پر اصرار پر چڑھایا جاسے تو وہ بہت میں داخل ہو گا۔ انیسویں کی شخص
نے جو جوان تھا اس کی تائید قبول کیا غرض کہ سید علیہ السلام اس میں بار بٹھلایا اور تین بار میری
دریافت فرمایا اور اسے ہر دفعہ قبول کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اسکے بعد چنانچہ
پر چڑھایا گیا اور اس شخص کو پہوئیوں نے اس گمان سے کہ سید علیہ السلام میری سے صلیب پر
چڑھا کر مار دیا اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ
سید علیہ السلام کے بعد مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔ اب یہی کہ اس سوچ کی تلاش میں ہو کر تاجا و
منہ کون کرتا ہے۔ سوال وہی ہے کہ یہ کس پر چڑھو عہدہ مرنے تھے پس اس جاء کہاں ثابت
ہوا جواب اولاً کہ قول سند بیان نہیں کیا گیا۔ دوم اگر مان ہی لیں کہ یہ قول مستند ہے۔ تو جائز ہو
کہ یہ اہل کتاب کو لیا گیا ہو چنانچہ یہی نوید ہوتا ہے اس کو کہ محمد بن اسحاق اور ہیب بن

اس ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مراد یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ
میرا حکم اسے میرے بعد ارفع قیامت بعد الفول مارو گا۔ ترجیح کہتا ہے کہ یہی حق ہے کیا
دیکھو نہیں کہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سید علیہ السلام کے تک زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ دیکھو مارا شاذان
شیخ صحیح البخاری میں کہا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ
صحیح احمد روایت کی ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قریب قیامت نہ
ہونے کے قائل ہیں جبکہ تفصیل کا شوق ہو تو تحقیق کرے اب اگر مینیک سے وہی نہ سمجھا جاوے
کہ جس کی طرف حضرت مصنف نے ارشاد فرمایا جو تو میرے کہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال میں تفسیر
نہیں ہو گا۔ اس ضرور ہو گا۔ ہفتہ عشر علیہ السلام

بفتح حاصل الفراق ^{الحمد لله} الف وثلاثمائة وعشرين في عاشر المحمدي الاول يوم
الاثنين من الـتـجـة الهندية للكتاب المسمى بالالهام العظيم في اثبات
حياة المسيح الذي هو من تصنيف العلامة الجامع للعلوم العقلية والعلمية
طاشق استاذنا مقصد الرتبة الفاضل الاخير في علمي الجبري في طائفة الاسرار
محرر وقبيلاد العلوم المقام الغرور الطوطام المقيت والمفهر في الدليل والتمهيد
كانه السحاب الملبس ^{الحمد لله} كتاب صفته ^{الحمد لله} كتاب له سجد
مآله كرام ^{الحمد لله} هو السراج في بحر الاندلس ^{الحمد لله} في رتبة عظماء والعقائد
أدب المعاداة والعقائد في رتبة عظماء وأدب الله ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
ساطع ورايات الايام ^{الحمد لله} وسبائك ^{الحمد لله} رتبة من رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
اهل البهائم ^{الحمد لله} اربعة ^{الحمد لله} الايام ^{الحمد لله} اربعة ^{الحمد لله} من رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
الصلوات ^{الحمد لله} بين ايديهم ^{الحمد لله} وان يحقوا ^{الحمد لله} والمطلة ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
ويكون جلسهم ^{الحمد لله} فلا شرف ^{الحمد لله} انه ^{الحمد لله} رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
لا حدة ^{الحمد لله} بانواع الازال ^{الحمد لله} الهمد ^{الحمد لله} الاسرار ^{الحمد لله} يعرف ^{الحمد لله} فان ^{الحمد لله} الوديع ^{الحمد لله} من رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
يجبه ^{الحمد لله} من لا يرفع ^{الحمد لله} الله ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
وجع ^{الحمد لله} والقوا ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
صديق ^{الحمد لله} الف ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
الكل ^{الحمد لله} من رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
والنقش ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
حاجب ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
الزوار ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة
أما ^{الحمد لله} في رتبة ^{الحمد لله} والارواح من رتبة

هذه الأمثال مأخوذة من كتاب المستطاب وقد حصل الفراغ من تحريرها في
الرباطة التافعة سنة ألف وثلاثة وأحد عشر من الهجرة النبوية (صاحبها)
الوفد صلوة وتحيية والموجود من الطالعين لها أن لا ينسونه من ادعيتهم
في حصول وقتهم بالعافية ولا منسلكهم بلسان أهل السنة والاختتام
بحسن الخاتمة ولكن اختتام الرباطة بهذا الكلام وعلى الله التوكل وفيه الأمانة
والأخرو عن أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خليفته وخير خليفته محمد وآله
صحيحة وعشيرة ومن تبعهم الرقيم الدين أحمد بن محمد

حاکم ہو گئے۔ اب دیکھئے کہ کادیانی کیسے مہمدی کہلا سکتے ہیں وہ حضرت سیدۃ النساء کی اولاد تو
ہزار ہا صاحب خیل کی اولاد ہیں سے۔ وہ امام مہینہ منورہ میں تولد ہو گئے۔ کادیانی صاحب کلا دیان ضلع کوٹہ میں
تیں پیدا ہوئے۔ وہ مرگزیہ یا شاہ عالم ہو گئے۔ مرزا کاشف سکالر اگر مہینہ منورہ سے کادیان مراد رکھ لیں تو یہ سال
دو شق سے کادیان ہی زعم کر لیا ہے۔ اولاد سیدۃ النساء میں سے ہو گیا کوٹہ شہر پر حمل کر لینگے۔ ہاتھ لٹکا
سے قلعہ باطنی۔ نیز مرد و دہے کیا ہو سکتا ہے کہ قلعہ مدینہ بولا جاوے اور کادیان مراد رکھ لیا جاوے۔
چونکہ فاک راہ مال پاک۔ اور ہر اس قسم کے بے محل استعارے کے دھڑے کو فنی ضرورت داعی ہے۔
یہ تو صرف پکا بازی ہے۔ یہی حدیث کلاھن کا لکھنے سے سبب قایل قیام نہیں ہے کہ کوٹہ شہر
نک نہیں پہنچے ہے چنانچہ محدث ارجح جس کو رتھ کے علیہ صراط میں اور دوسروں میں شہر کے ایک کچھ
کی جو قوم جن روایات سے یہ لک ہے خوف کسوف ثابت کرتے ہوئے یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب نے عباس سے فرمایا
کہ مہدی تب آئے گا کہ نہیں کرینگے جس کا آفتاب سے کوٹہ نشان ظاہر ہوئے۔ محمد بن علی فرماتے ہیں کہ مہدی
لئے درستان میں ایک کچھانہ کو رمضان کی پہلی رات میں اور سوچ کو پندرہ صبح تک بچ کر گھر میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ
میں کہا ہے) کچھانہ کو رمضان میں دوبار گھر میں ہوگا۔ سن حج اکرامہ فی آثار القیامہ۔ آپ کہیں کہ زما صاحب کو پچھ
بن سکتے ہیں کہ اولاً مطلق روایات مذکورہ کے چاہتے تھے۔ کہ گھر میں پہلی رات اور پندرہ صبح تک بچ کر گھر میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ
میں ایسا ہوا ایک درستان گذشتہ تہ میں چاند کو جو دھو جس رات اور سوچ کو انتیس تاریخ میں گھر میں ہوا چنانچہ
تمام دنیا پر واضح ہے۔ چنانچہ یوں ہیں پیشاں کہ واہ الہی سجدہ والیا پیرائنگی سی ہیلیلہ نور۔ دیتا اور یوں
شہر ہر سوسا توقع پر جو جب پانچ سو۔ دوم کہ چاہتے تھے کہ چاند کو دوبار گھر میں ہو لیکر چاہے مذکورہ میں ایک ہی بار
ہوا۔ پھر زمانے کو مزا کے لئے یہ خوف کسوف کی جو محبت ہو سکتا ہے۔ سوم روایات مذکورہ میں یہ بات پائی گئی
ہے کہ مہدی موعود کے ظہور پہلی یہ علامتیں ظاہر ہو گئیں لیکن مزا کا خروج کو سا ادا ای سال از شریعت کے خوف
سے پہلی ہو چکا۔ واہ حدیث نہیں چاہے شمس اس نسبت پرستان جہاں ہم علامت کے پاسے جاتے ہیں سے لازم
نہیں کہ کوا صاحبی است ہی اسکے پہلی یا جیسے اوپر ترسب خرب ہی وجود ہو گیا دیکھتے نہیں کسی علامت کی
کتنی ہی یا گئی ہیں اور موافق احوال مزا صاحب کو غالباً سب ہی علامتیں موجود ہیں ہیں حالانکہ قیامہ
ابھی گناہ جو دی نہیں بلکہ نذرانہ لائے کو معلوم ہے کہ سب ہوگی پس با فرض خوف کسوف جو واقع ہو چکا ہے

والعلم والقرین (پیر) عبدالعزیز الکشتیری مولانا لاد قسری مدظلہ
والنقشبندی المجدد فی طریقہ قادریہ والقاسمی نسباً رحمہ اللہ علیہ وعلمائہ
الصالحین وانی مع قلہ بضاعتی ونقص صناعتی زدت الترجمة علی الاصل تارة
فما ردت کا ہوا شرح مختصر وانجندہ مرتبہ اشرفی وتحشیہ کبھی اشرفیہ مقبلیہ وذلک
للتسهيل علی اهل الخدیق فما ظنک بالجملة فی زوال العلم من فاضلہ اللہ علیہ
الاختتام ونسئلہ العفو عن الخطاء وجور الاعداء الظالمین والباطلۃ اللئیم
ونصل علی سلعہ الکریم والہ وصحبہ الف الف الصلوة والتسلیہ ومن
تبعہم بالاحسان آمین بحضرتک یا کریم انت بنابرہ خوف رحیمہ
وباک نستعین ونختص بالک الف لاکھول ولا فوق الا بالہ

العلی الخلیفہ

تنبیہ بہتے کہ سونے سے ہلکا

آجکل سنا جاتا ہے کہ بعض لوگ عقل کے اندر سے بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ سونے کے ٹکڑے
کی علامت یہ ہے کہ رمضان میں چاند اور سورج کو گریں ہوگا۔ چونکہ اس زمانہ میں جو سالہ چری میں واقع ہوتا
چاند اور سورج دو گونہ گریں ہوا۔ تو کابانی کا شیخ موعود ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ حواشی ہو کر اولاد ہی پر لایم ہر
کہ ایسی دایا کا حال بخفا ہونا ثابت کرے۔ ورنہ کس طرح یہ کہ وہ موعود کی علامت ہو گیا۔ دوم کہ رمضان
میں کسوف موعود کا ہونا امام مہدی علیہ السلام کے خروج و ظہور کی علامت ہے، ہم سب موعود کی شاید اس کے
جواب میں دیوں کہ ہر کہ کادیا ہوا مہدی ہونے کا یہی دعویٰ کر لیا ہے تو صاحبو یہ بھی غلط ہے۔ جیسا کہ اسکا سبب
موجود ہونا از قبیل نسخہ ہزار و پچیسے عرصہ سے جو کہیں کہتے جاویں ۵۰ چھ یا ۵۰ ہر چہ خواجہ
کہ علامہ اسلام اور شہنشاہ الہی وغیرہ گزشتہ ہیں کہتے کہ چونکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ مہدی ہونے
حضرت سید الفارناطی الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہونگے۔ ایدہ الختین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ
سے مروی ہے کہ مہدی علیہ السلام مدینہ منورہ میں پیدا ہو گئے۔ احادیث میں آیا ہے کہ وہ تمام دنیا کے

اسی صورت میں یہ شک ایسے لوگ اسلام کے دشمن سمجھے جائیں گے۔ بار بار کہنا کہ بار بار کہنا کہ
مسلمانوں میں تو پہلے ہی اختلافات اور جھگڑا ہے جس سے انہیں اور بھی مسلمانوں میں تفرقہ پڑا دیا ہے
تو یہ کہ لوگ آجکل ہرگز اسکے پیروں کے لئے شہادت میں کوئی شہادت نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ واعظ سرگودھا
صاحب جو آجکل اس ریجن کا رہنما ہیں اہل اسلام میں تفرقہ پڑا رہتے ہیں اور لوگوں کو مزاحیہ بنانا چاہتے
ہیں۔ گودہ لوگ قبول نہیں کرتے ہیں۔ یہی افسوسہ و غیوہیں میں نے دیکھا ہے اور دکر کہتے تھے مسلمان
نسبت و سبب کے بعد دیکھو پھر انہیں اتفاق پیدا کرو۔ اب وہی دیکھتے فساد پر کمر بستہ ہیں۔
العیاذ باللہ غرض کہ حق جہاد و قتال ہے اگر اسلام کی حفاظت کر لیا تو مسلمان شفیق ہی نہ ہونگے۔ ورنہ
آجکل کے دعووں سے کوئی فرقہ فساد کا باقی نہیں چھوڑا۔ پس یہ پہاچہ جو کہتا ہے کہ
نیک نیتی سے کہتا ہے اسے قبول کرو اور تہذیبی عقائد کے پانچ سو روپے کا حوالہ دے کہ اللہ
العلی العظیم

البرکات علیہم

تقریر از صاحب خطبات صلاح الدین یا عروہ یکین
مولوی غلام محی الدین صاحب خطبات الدین یا عروہ یکین

(ویراؤنٹ سے مترجم)

الحمد لله الذی نجینا من مکارئ الکفار بن و حفظنا من شرور المحدثین فی
الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وعلیٰ آلہ وعلیٰ سائرہ من السیدہ الحسنات
المسیحیہ لا قسوة منہ والاسفوت العلیٰ والعلیٰ واصحابہ الذین انشاعوا دین الحق
والصالحات ما بعد فضل کتاب مستطاب مملو من البیان الفصیح المستقیم
بالالهام الصالح فی انشاء حیات المسلمین نافع المسلمین وفعال الخلق

اگر یہی ہمدی کی علامت ہو تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہمدی موجود ہو چکا ہو۔ یا بعد ازاں نے القوری
موجود ہو جائے نہیں جائز ہو گا کہ ہمدی اس سے متاخر سا لہا سے سال ہو۔ علامہ میراں ہمدی موجود ہو
نہو کی جی، چند نشانات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اور بھی ہیں۔ دیکھو حسین بن صامت نے حسین بن علی
سے سوال کیا کہ حضرت ہمدی علیہ السلام کی نشانی انکے غور سے پہلے ہی کوئی ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ نہیں وہ اس ہلک ہو گئے بعد ازاں ایک سیاقیانی ان پر خروج کر گیا۔ اور وہ زمین میں پڑا جس
جاوے گا۔ غرض کہ حضرت امام نے فرمایا کہ یہ علامتیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہو دیں گی۔ یہی خبر
تو ہلک ہو چکے ہیں باقی دو علامتیں ابھی تک ظاہر نہیں ہوئیں شخص طائی مجھ کو لکھتا کہ۔ لہذا یہ دو
علامتیں بھی جب تک کہ نہیں آتیں تب تک کوئی دعویٰ نہیں ہو سکتا ہے۔ علی ہذا القیاس اور یہی نشانات
ہیں کہ ابھی تک وہ ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔ چنانچہ واقفانِ حدیث و تواتر پر واضح ہے۔ رہے محلِ تہنات
اور خرافات۔ سوا ان کا کیا ہو گا۔ اور عرت ہمارے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ان کے مخالف ایک سلمان کو
اپنے رسالہ میں بیوری وغیرہ تبار و یا ہول سے سو صا و بی زبان درازی اور ایک بیہودہ کبراس ہے۔
ایسے مردی سے کہ لینے سے اہمتر لوگ ہرگز خوش نہیں ہوتے بلکہ سخت نفرت ظاہر کرتے ہیں اور
ایسے نمایاں کو گندہ سمجھتے ہیں ان سے نہ لگا کر بعض مادیہ کو باطن ایسی رطلی باتوں پر یقین کرینگے
تو وہ جانیں لیکن میں ان کو پہر بھی نصیحت کرتا ہوں اور یاد دلاتا ہوں کہ کہا تو ان دعاوی کی طرف
الفاظ دکر۔ ایسے دعاوی تو اس زمانہ سے پہلے ہی ہو چکے ہیں۔ رسید محمد جوہری نے ہمدی کو
دعاویے کیا۔ شام میں ایک ایسے ہی شخص نے مجھ کو دہو دیکھا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ تو اس کے دیکھتے
سے معلوم ہو گا۔ دور کیوں جاتے ہو لاہور میں اسی زمانہ میں ایک تیری فروش موجود ہے وہ جابجا کہتا
کہ میں ہمدی ہوں۔ قریب میرا موجود کاشکار۔ اور ہمدی میری دریش میرے رکھ لیتے ہیں تو ال راہیہ علی
ایہیں ہے۔ وسیع الدین ظہیر الی سندھاب نقیون۔ قبل سے مادیہ کو تو کبھی کبھی
دعاوی پر ایمان لایکے ہو۔ کیوں نہیں کہہ دیتے ہو کہ اچھا کہے دعاوی دیکھتے ہیں غلط ہیں جیسے کہ پہلے بعض
طہالان دنیا نے جھوٹے دعویٰ کئے ہیں کہیں آج کل کے خرافات کے شے ہی گہرا گئے ہوا تو فیصل
کو کہ زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کسی پیشوے دین نے آیات و احادیث
کے یہ معنی کئے ہیں جو آج کل کے مدعی کرتے ہیں۔ آخر تمام شیوایان دین کو غلط ہم کہہ گئے۔ لیکن

[illegible]

چنانکه نظره بخت لازم فدا و شد منتقم
و لے کر لنگ سپر چو پدید گردید آن اس
کفر و کابل پر دست و دم بخت اسم
سید دانش سپر نیکو گذر هر شمشیر
هنوست عار حج مسخرام لاد کا نام
و لے کر شل چو دروای چو گوید آرد بزم
دورین بانه که علم ست کوسم و نیزم
کنده محنت سر عان اختر ارم پا پیسم
شتر نمک بصلالت باجه و نکاسم ندغم
که شمس برید بر باد نه چاره و غیر مسلم
کشتیده تیغ محسوسم غم غم غم
بسی تخت شهنشیر شمر چگونہ قدم
و گزرد صا حسیب لے کن سر تو قلم
کوبای رسته تو فتاده صدرین کرگم
کجا و سپر یلالت ای و فخر دم ختم
چو سپر سه تورا انکار بیست خرم
دست خورده و دوم هر کرست تیغ دوز
خشمس را چو پنا یسقان را بختم
زبان تیسر تو کر دست کا مدحیر
ز نقی ترس یلگن من اسلام بابا جرم
درویدرم دم دان بست با چوین پر دم
پند خدات چو خضر و آدخدا ابل غم
و بیدار و جران دست نه و دزم

الذین خلقوا من عتقنا قسم بقية اجماع المؤمنين وانكر ما صعدوا اليه
 العنصر من العتراء والخضراء وكفرون بجنته عليه التحية والثناء فخر فيهم
 شيعة حياة المسيح وصعوده من الارض الى السماء عليه الصلاة من عتقنا عن
 احصاء صنفه الذي عمن فيضه في الاكثاف والاطراف وحصل منه العلوم
 كثير من الشرفاء وقليل من الاجلاف وهو صاحب مكارم الاخلاق والاشياء
 عالم من العلماء الفحول مرجع الشيوخ والاكهول جامع للمعقول والمنقول حاو
 الفروع والاصول نائبي ارباب القول لا يخاف لومة لائم مولانا و مستاذنا
 وعنا المقوق محمد غلام رسول (پير) الخفي النفس بندى الامرتى الذي
 نسبته الى حضرت القاسم حفظه الله من شرو الملوك الظالمين حضرت
 ابو القاسم عليه الصلاة والسلام من الله الحاكم وتزجراخ الاكبر من سنا ولا على
 علماء التبيين المصنف العلامة وابن اخيه صاحب الفروع والنقح شمسو العجله
 عن العلماء الصلحاء مولوى آبرو الحسن (پير) غلام مصطفى القاسمي مصنف
 افلاحي محمد (وعين) عصم الله من الماساء والقراء ما دامت الارض والسماء
 وانا الدارج الى الله المستعان المعلن غلام شحي الدين القاسمي الامرتى من لدا
 ومسكنه عفو الله عنه والخروجنا ان الحمد لله رب العالمين ثم همت

قصيدة من تاريخ اربعين بقا و اضع قصي احمد است و شرفه
 جناب مير محمد صاحب غلظ رشيد نور و تقى منى جايد و ابراهيم

مرحوم کشمیری ثم الامت

خداے ہادی مطلق کر از فیوض اسم	بخت خاک عطا کرد و در کمر خود نسیم
سکون باطن فلک را بواسطه ستار	مرا بر شمسک تہرار دلت نسیم

جسٹ اسکے مزاج کے لئے میں کو شکش کی ہے خاص فائدہ عام و عظیم کا ایک کام سمجھ کر کسی طرح
 دکھوں میں مصنف اور مجھ کی مختلف فائدان باہر علوم عقاید و تقیید و واقف آبارت روز قرآن مجید
 و غیرہ اہم الزکی الشیخ جیاب کے القاب مولوی ابوالحسن یہ قلام المصطفیٰ حفظہ
 بوم المقتی ضلع لہسرق و ہضفا کرزیدہ خدا پانڈہ شریعت نبوی المصطفیٰ جیاب یہ محمد عبدالمجید
 المرحوم القاسمی المنقش بندی الائمہ سری کاندہ فی ہستہ راع و عوالا ان اللہ العزیز
 و صلا اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ علی الدوام علیہ السلام



اعلان

Muhammad Hussain
 Mirawalli
 Mirzaharac, Mirawalli

ہمارے مخالف الارب! پہلے اس بار کہتے کتاب کو اپنے خیالی روح افکندہ
 یا کسی فضائل آدمی سے سبھاڑ ہو اور پھر بخوبی سمجھ کر تائب ہو جائیں۔ منہ مجھے
 شغیر کریں تو اسکے صلہ میں آپکو اکبر از روایتیں ہم کے طور پر میں دو گنا لیکر
 شرط یہ ہے کہ وہ سچ چلا جواب ہونہ چیکہ او دہر ادھر کی کہانیوں اور طوطا طویل
 باتوں سے کاغذات کو سیاہ کر کے اسکا نام جواب رکھ دیں۔ چونکہ تاحال
 چوتھی تصانیف آپ لوگوں کے علما کی مطالعہ میں آتی ہیں۔ ان سب کی بنا پر ہو
 اور امانا طویل تقریروں پر ہے۔ * فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا * وہم علی اللہ

المعلن

مول شاہ معنی منہ

۱۰

۱۱

[illegible]

ALIGARH
MUSLIM
UNIVERSITY

-:RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for textbooks and 10 P. per vol. per day for general books kept overdue.